ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
جون ۱۹۹۸ء

۶

قانونِ توہینِ رسالت اور عیسائی اقلیت

کرپشن
مُلکی و قومی بربادی کا نقطۂ آغاز

فنِ موعظت کی اہمیّت اور اساسی اصُول

اخبار الاحرار

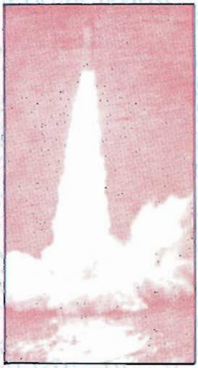

ایٹمی دھماکہ مُبارک مگر...

بھارتی صحافی جمنا داس اختر کی ہفوات

ضیغمِ احرار شیخ حسام الدّین رحمہ اللہ
تحریکِ آزادی کا ایک روشن باب

وجود باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اس کی قدرت کے ہر کرشمہ سے پرکھی جاسکتی ہے۔

اللہ ایک وجود ہے، جسم نہیں۔ وجود وہ ہے جو کبھی تو محسوس ہو اور قابو بھی آسکے۔ اور کبھی نہ محسوس ہو نہ قابو میں آئے۔

جسم وہ ہے جو ہمیشہ محسوس ہو، نگاہ اور ہاتھوں کے ذریعہ قابو بھی آجائے۔ مگر.........

اللہ کی ذات ایک ایسا وجود ہے جو کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے۔ وہ دل و دماغ کو تو محسوس ہوتا ہے مگر انسان کی نگاہ اور ہاتھوں کے ذریعے اس کے قابو میں ہرگز نہیں آسکتا۔

اُسے کون دیکھ سکتا ہے؟ خود اُس کے منتخب و پسندیدہ انسان انبیاء ورسل بھی اُس کے جلووں کی تاب نہ لاسکے۔

اگر مخلوق، خالقِ حقیقی کو دیکھ لے تو گویا
اللہ مخلوق کی نگاہوں میں قید ہوگیا۔ یہ عیب ہے اور........
اللہ تمام عیوب سے پاک وجود ہے۔

وہ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں خود کائنات سے بڑھ کر ثابت وموجود ہے۔

وہ آنکھوں میں موجود اور چشمِ حیراں
اِدھر دیکھتی ہے، اُدھر دیکھتی ہے

اقتباسِ خطاب:
جانشینِ امیر شریعت
سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ
بستی پیہر، ۲/فروری ۱۹۸۷ء، تحصیل تونسہ

تشکیل

عنوان	مضمون	مصنف	صفحہ
دل کی بات:	اداریہ	سید محمد کفیل بخاری	۳
گوشۂ خاص بیاد شیخ حسام الدین مرحوم	★ بھارتی صحافی جمناداس اختر کی ہفوات اور شیخ حسام الدین	سید محمد کفیل بخاری	۷
	★ ذکر جمناداس اختر کی غلط معلومات کا	راجہ انور	۸
	★ شیخ حسام الدین رحمہ اللہ	شورش کاشمیریؒ	۹
	★ شاہ جی اور شیخ حسام الدین	ڈاکٹر شاہد کاشمیری	۱۲
افکار:	کرپشن........ملکی و قومی بربادی کا نقطۂ آغاز	محمد عمر فاروق	۱۵
ردّقادیانیت:	★ افغانستان میں قادیانیت کا خاتمہ اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ایک یادگار نظم	سید محمد کفیل بخاری	۱۸
مقالات تحقیقی	★ فن موعظت کی اہمیت اور اساسی اصول!	ڈاکٹر محمد اصغر اسعد	۲۱
	★ اسلامی ریاست کی معاشی زندگی میں احتسابی ادارے کا کردار	پروفیسر عزیز اللہ	۲۸
	★ نبی و رسول میں فرق اور دیگر موضوعہ اصناف!	انجینئر ابو انیس فاروقی	۳۳
	★ دیباچہ نگاری..........اور عبدالمجید سالک	پروفیسر ڈاکٹر اشرف سلیمان	۴۳
تاریخ و تجزیہ:	لمحۂ فکریہ	شیخ عبدالمجید احرار	۴۶
یادرفتگان:	مولوی نعیم اللہ مرحوم........	ابومعاویہ فقیر اللہ رحمانی	۵۲
طنزومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۵۷
اخبار الاحرار:			۵۹

○ ملتان میں مجلس ذکر حسین ○ احرار رہنماؤں کا دورہ وہاڑی و بہاولنگر ○ چیچاوطنی میں مرکزی ناظم اعلیٰ کا خطاب ○ راولپنڈی میں مرکزی قیادت کے اعزاز میں استقبالیہ اور دیگر تنظیمی سرگرمیوں کی روداد۔

دل کی بات

ایٹمی دھماکے مبارک، مگر.....................

۲۸مئی کو پاکستان کے عظیم سائنس دانوں نے بھارت کے تازہ دھماکوں کے جواب میں پانچ ایٹمی دھماکے کر کے پاکستان کو ایٹمی ممالک کی صف میں شامل کر دیا اب پاکستان دنیا کا ساتواں ایٹمی ملک ہے ہمارے عظیم سائنس دانوں نے نیوکلئیر پروگرام کے جس سفر کا آغاز آج سے بیس پچیس برس قبل کیا تھا وہ مکمل ہو گیا اور ملک کی تعمیر و ترقی کیلئے انہوں نے جو خواب دیکھا تھا وہ شرمندۂ تعبیر ہو گیا۔ پاکستان کے محب وطن سائنس داں بلاشبہ مبارک باد اور خراج تحسین کے مستحق ہیں جنہوں نے ملکی دفاع کو ناقابل تسخیر بنا کر ملک وقوم کی عظیم خدمت انجام دی ہے۔

جنوبی ایشیاء میں بھارت جس تیزی سے طاقتور ملک بن کر ابھر رہا تھا اس سے ہمسایہ ممالک کی سلامتی کو بے شمار خطرات لاحق تھے خصوصاً پاکستان اور چین اس کی براہ راست زد میں تھے بھارت نے ۱۹۷۴ء میں ایٹمی دھماکہ کیا اور ۱۹۹۸ء تک چوبیس برس کے عرصہ میں مسلسل کامیاب ایٹمی تجربات کئے۔ پرتھوی، اگنی اور اب ایک دم پانچ ایٹمی دھماکے بھارتی جارحیت اور توسیع پسندانہ عزائم کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ امریکہ اور یورپ کی طرف سے بھارت کے ان جارحانہ اقدامات پر واجبی مذمتی بیانات اور ظاہری اقتصادی پابندیاں واضح طور پر جانبدارانہ پالیسی کی عکاس ہیں جبکہ پاکستان پر ناروا پابندیاں، قرضوں کی جکڑبندیاں، آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کی ظالمانہ پالیساں اس پر مستزاد ہیں۔ امریکہ جنوبی ایشیا میں بھارت کو چودھری بنا کر دیگر ممالک کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ ان حالات میں پاکستان کے پاس اپنی سلامتی کے تحفظ کیلئے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ اپنے نیوکلیئر پروگرام کی تکمیل کا اعلان کر دے۔ چنانچہ گزشتہ دو ماہ میں پاکستان نے جو کامیاب تجربات کئے ہیں اس سے جنوبی ایشیا میں طاقت کا توازن قائم ہو گیا ہے ۶/اپریل کو غوری میزائل کا تجربہ ۲۸مئی کو پانچ کامیاب ایٹمی دھماکے اور اگلے ہی روز ۲۹مئی کو غزنوی اور شاہین میزائلوں اور ۳۰مئی کو ایک مزید ایٹمی دھماکہ ——————— کے کامیاب تجربات کے بعد اب کشمیر کو ہڑپ کرنے کا بھارتی خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ جس کا زندہ ثبوت بھارتی وزیراعظم کا شرمساری والا لب ولہجہ ہے۔ اب واجپائی پاکستان سے مذاکرات اور اچھے تعلقات کے قیام کی باتیں کر رہے ہیں۔

لیکن یہ سوال اپنی جگہ اہم ہے کہ ملکی سلامتی کے تحفظ کیلئے حکومت نے جو وسائل اور اسباب جمع کئے ہیں وہ کافی ہیں؟ اصل معاملہ تو ملک کی نظریاتی اساس کے تحفظ کا ہے۔ اگر ہمارا دینی تشخص محفوظ اور باقی ہے تو یقیناً یہ اسباب بھی سودمند ثابت ہوں گے ورنہ.........

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بنجارہ

ماضی قریب میں سوویت یونین کے زوال سے بڑی مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔ روس ایک بڑی ایٹمی طاقت ہونے کے باوجود افغانستان جیسے نہایت غریب، پسماندہ اور ترقی پذیر ملک کے مقابلے میں شکست و ذلت سے دوچار ہوا اور کمیونزم ستر برس کی عمر پا کر ناکامیوں اور نامرادیوں کے عمیق غاروں میں دھکیل دیا گیا۔ اب کمیونزم ایک فرسودہ نظریۂ حیات کے طور پر یاد کیا جائے گا۔ سوویت یونین کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ گورباچوف کے پرسٹرائیکا نے سوویت سسٹم میں ایک ہولناک شگاف ڈالا اور رہی سہی کسر جمہوری آزادیوں کی نیلم پری نے سوویت نظام کی جڑوں کو کھوکھلا کر کے پوری کر دی۔

فاعتبروا یااولی الابصار آنکھ والو، عبرت حاصل کرو

یہ افغانوں کے ایمان کامل، دینی استقامت اور پندرہ لاکھ انسانوں کی بے مثال قربانی کا نتیجہ ہے کہ آج ایک کمزور ملک دینی ریاست و حکومت کی شکل میں دنیائے کفر کی آنکھوں میں خار بن کر کھٹک رہا ہے۔ افغانستان میں موجود عظیم عرب مجاہد الشیخ اسامہ بن لادن کا تازہ انٹرویو ایسی ہی جرأت ایمانی کا غماز ہے جس میں انہوں نے فرمایا: "ساری دنیائے کفر بھی اکٹھی ہو کر انہیں ختم نہیں کر سکتی" ان حالات و واقعات اور مشاہدات کی روشنی میں ہم پاکستان کے موجودہ حکمرانوں کو متنبہ کرتے ہوئے مطالبہ کرتے ہیں کہ ایٹمی دھماکے مبارک، مگر........ وہ فوری طور پر پاکستان سے سودی نظام کا خاتمہ کریں۔ وہ اللہ سے جنگ کر کے فتح و کامرانی حاصل نہیں کر سکتے۔ نفاذ اسلام کا وعدہ پورا کر کے اپنی دنیا و آخرت بہتر بنائیں۔ یہ پوری قوم کے متفقہ مطالبات ہیں بالکل اسی طرح جیسے ایٹمی دھماکہ کرنے پر پوری قوم متفق و متحد تھی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات ان اقدامات کی تکمیل کا بہترین زینہ ہیں اگر حکومت حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی جرأت کرے اور ایک قدم مزید آگے بڑھے تو دینی قوتیں اس کے شانہ بشانہ ہوں گی۔ جناب صدر مملکت، جناب وزیراعظم، ہمت کیجئے، جرأت کیجئے کہ:

حق و باطل میں فیصلہ کرنا
ایک لمحے کا کھیل ہوتا ہے

قانون توہین رسالت اور عیسائی اقلیت

۲۷، اپریل ۱۹۹۸ء کو ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج ساہی وال جناب رانا عبدالغفار نے توہین رسالت کے مرتکب ایک عیسائی ملزم ایوب مسیح کو جرم ثابت ہونے پر سزائے موت سنا دی۔ مجرم ایوب مسیح نے ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو ایک مسلمان محمد اکرم اور دیگر افراد کی موجودگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور سنگین نوعیت کے توہین آمیز کلمات کہے تھے۔

سیشن جج کے جرأت مندانہ فیصلے کے بعد جو اہم واقعہ پیش آیا وہ فیصل آباد کے بشپ جان جوزف کی

موت ہے۔ اخباری خبر کے مطابق بشپ جوزف عیسائیوں کی ایک مذہبی تقریب سے فارغ ہو کر اپنے دو ساتھیوں فادر یعقوب اور پطرس مسیح کے ساتھ عدالت کے دروازے پر پہنچے اور رات کی تاریکی میں انہوں نے اپنی کنپٹی پر پستول سے فائر کر کے ایوب مسیح کی سزا کے خلاف احتجاجی خود کشی کرلی۔

اس واقعہ کے بعد پورے ملک میں عیسائی اقلیت نے احتجاجی مظاہرے شروع کر دیئے اور مطالبہ کیا کہ قانون توہین رسالت ۲۹۵۔ سی ختم کیا جائے۔

جان جوزف کی موت کے حوالے سے یہ پہلو بھی سامنے آیا ہے کہ یہ خود کشی نہیں قتل ہے۔ خود چیف بشپ کتھ لیزلی کا یہ بیان انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ "یہ قتل ہے خود کشی نہیں اور اس سازش کے پس منظر میں امریکی ڈالر اور عاصمہ جہانگیر کے چہرے ہیں"

پاکستان کا ہر باشعور شہری جانتا ہے کہ قانون توہین رسالت کو منسوخ کرانے کے پس منظر میں یہود و نصاریٰ کی سازشیں کارفرما ہیں اور امریکہ و برطانیہ ان سازشوں کے سرخیل۔ ماضی میں گوجرانوالہ سے توہین رسالت کے مجرموں کو جس طرح عدالت سے بری کرا کے پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ جرمنی بھیجا گیا وہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ جان جوزف کی موت دراصل قتل ہے جو امداد کے طور پر ملنے والے پندرہ لاکھ امریکی ڈالروں کی تقسیم کا شاخسانہ ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ قانون توہین رسالت کے خلاف صرف عیسائی اور قادیانی سرگرم ہیں۔ دیگر غیر مسلم اقلیتوں میں سے کسی کے خلاف نہ تو آج تک مقدمہ قائم ہوا اور نہ کسی کو سزا ہوئی۔ اس معاملہ میں عیسائی قادیانی اتحاد نہایت فکر انگیز ہے۔ قانون توہین رسالت کے خلاف احتجاج کا مطلب یہ ہے کہ عیسائی توہین رسالت کرنا چاہتے ہیں۔ عیسائی اقلیت سوچے کہ آخر وہ کیوں توہین رسالت کرنا چاہتی ہے؟۔ آئین کی دفعہ ۲۹۵۔ سی اس لحاظ سے باعث رحمت ہے کہ اس میں تمام انبیاء و رسل کے منصب کا تحفظ موجود ہے اور توہین رسالت کا مجرم عدالتی تحقیقات کے بعد ہی اس سزا کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس قانون کی زد میں اصل تو قادیانی آتے ہیں جو توہین رسالت کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر قادیانیوں نے کمال ہنر مندی سے عیسائیوں کو بطور ٹول کے استعمال کر لیا اور عیسائیوں نے اتنا بھی نہ سوچا کہ قادیانیوں **کا پیشوا** مرزا غلام احمد قادیانی واحد شخص ہے جس نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گالیاں دی ہیں۔ اگر یہ قانون نہ ہو تو لوگ از خود انبیاء کے گستاخوں کو قتل کرنا شروع کر دیں۔ جب کہ انگریز سامراج کے دور میں غازی علم الدین، غازی عبدالقیوم اور غازی عبدالرشید نے شاتمان رسول کو قتل کر دیا تھا۔ ۲۹۵۔ سی پبلک لاء ہے اس کا اطلاق صرف عیسائیوں اور قادیانیوں پر ہی نہیں ہوتا بلکہ پاکستان کے ہر شہری پر ہوتا ہے۔ اس قانون کے خاتمے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شہری جب چاہے توہین رسالت کرڈالے، اس پر کوئی سزا نہیں ہے۔ خود بشپ لاہور کے بقول "عیسائیت میں توہین رسالت کی سزا سنگسار کرنا ہے"۔ تو پھر مسلمانوں سے اس قانون کے خاتمے کا مطالبہ سازش نہیں تو اور کیا ہے؟۔ حکومت جان جوزف کے ہمسفر اور عینی شاہد فادر یعقوب اور ڈرائیور پطرس کو فوراً

گرفتار کر کے عدالتی تحقیقات کرے۔ یہ دونوں بشپ کے قتل میں ملوث ہیں۔ جنھوں نے قتل کو خود کشی کا ڈرامہ بنا کر عیسائی اقلیت کو جذباتی کیا ہے۔ جس کا ثبوت بشپ لاہور الیگزنیڈر جان کا یہ انتہائی خطرناک بیان ہے کہ: "ہم اپنے تحفظ کے لئے "سپاہ مسیحا" بنانے پر مجبور ہو جائیں گے"

یہ واضح دھمکی ہے۔ الیگزنڈر جان لیں کہ دنیا بھر کے مسلمان تحفظ ناموس رسالت کے لئے یک جان ہیں۔ عیسائی اقلیت اور ان کے لیڈر غور کریں کہ اگر اکثریت اٹھ کھڑی ہوئی تو پھر اقلیت کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ عیسائیوں نے اپنے مظاہروں کے دوران لاہور اور فیصل آباد میں مسلمانوں کی مساجد پر حملے کئے اور نمازیوں کو زود وب بھی کیا۔ علاوہ ازیں فیصل آباد میں کلمہ طیبہ کی توہین بھی کی۔ یہ اقدام بشپ لاہور الیگزنیڈر جان کی دھمکی کا نتیجہ ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ تمام انبیاء و رسل پر ایمان رکھتے ہیں اور کسی کی توہین کے مرتکب نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کسی نبی کی توہین برداشت کر سکتے ہیں۔ عیسائی لیڈر عقل و ہوش سے کام لیں، اپنی زبان و قلم اور ہاتھوں کو روکیں، مسلمانوں کے صبر کا مزید امتحان نہ لیں ورنہ اگر اکثریت نے ردعمل کے طور پر جوابی کارروائی کا فیصلہ کر لیا تو پھر خوفناک نتائج سامنے آئیں گے۔

وزیر قانون خالد انور کا بیان:

۲۴ مئی کے اخبارات میں وفاقی وزیر قانون مسٹر خالد انور کا یہ بیان شائع ہوا کہ "حکومت توہین رسالت ایکٹ میں ترمیم کرے گی، اس قانون کی آڑ میں لوگ اپنی ذاتی دشمنیوں کی بنا پر جھوٹے مقدمے بنا دیتے ہیں " (خبریں، ملتان ۲۴ مئی ۱۹۹۸ء)

معلوم نہیں کہ وزیر قانون کا یہ بیان حکومتی پالیسی ہے یا خود وزیر موصوف کا خبث باطن ہے، ہر دو صورتوں میں ہم حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ پاکستان کے تمام مسلمان اس قانون کا ہر قیمت پر تحفظ کریں گے۔ اور اس میں کسی قسم کی کوئی ترمیم قبول نہیں کریں گے۔ اگر یہ قانون بدلا گیا تو پھر کوئی قانون باقی نہیں رہے گا۔ حکمران جان لیں کہ اگر پاکستان کے تمام بشپ اور پوپ پال بھی خود کشی کر لے تو ہم قانون توہین رسالت بدلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اب یہ سٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس قانون پر عمل در آمد کو یقینی بنائے۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ:

۱۔ پاکستان میں مذہبی فسادات کرانے والی تمام این جی اوز پر پابندی عائد کی جائے اور ان کے فنڈز بحق سرکار ضبط کئے جائیں۔

۲۔ قادیانیوں کے سر کردہ افراد اور بیورو کریسی میں گھسے ہوئے ان کے ایجنٹوں کو گرفتار کیا جائے جو ملک میں توہین رسالت کے سنگین اور گھناؤنے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

۳۔ پاکستان میں سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے ملعونوں کے مشن کی تکمیل کے لئے گامزن عاصمہ جہانگیر اور حنا جیلانی کو گرفتار کیا جائے اور ان کے ادارے "دستک" کو سر بمہر کر کے تمام اثاثے ضبط کئے جائیں۔

سید محمد کفیل بخاری

بھارتی صحافی جمنا داس اختر کی ہفوات اور شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

روزنامہ خبریں ملتان ۲۷/اپریل ۱۹۹۸ء کے صفحہ اول پر بھارتی صحافی جمنا داس اختر کی کذب بیانیوں پر مشتمل انکشافات شائع ہوئے ہیں۔ خبریں کے مطابق جالندھر اور انبالہ سے شائع ہونے والے روزنامہ "ہند سماچار" کے ۱۸/اپریل ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں جمنا داس اختر نے اپنے ایک مضمون میں دعویٰ کیا ہے کہ: "پاکستان کے بہت سے لیڈر اپنے ملک کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے بھارت سے امداد طلب کرتے رہے۔ مگر بھارت نے ہمیشہ ان کی مدد کرنے سے انکار کیا۔"

جمنا داس اختر نے تحریک آزادی کے مجاہد و سرخیل اور مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کی شخصیت کو بدنام کرنے کی بھی مذموم کوشش کی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ "شیخ حسام الدین بھی پنڈت نہرو سے مدد لینے کے لئے بھارت آئے تھے اور نہرو نے مدد دینے سے انکار کر دیا تھا۔" الزامات کی ایک طویل فہرست ہے ذیل میں ہم اختصار کے ساتھ چند باتیں ان ہفوات کے جواب میں عرض کرتے ہیں جبکہ اس حوالے سے مفصل مضمون کسی آئندہ شمارہ میں شائع کیا جائے گا۔

شیخ حسام الدین تقسیم سے قبل آل انڈیا ٹرانسپورٹ یونین کے صدر تھے۔ پاکستان کے قیام کے بعد یونین کے بعض اثاثوں کے معاملات نمٹانے کے لئے حکومت پاکستان کے ایماء اور اجازت پر بھارت گئے۔ اسی دوران ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت شروع ہو چکی تھی۔ احرار کے تمام رہنماؤں کو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سمیت جیلوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ شیخ صاحب کے متعلق پاکستان میں مسلم لیگ کے مرزائی نواز عنصر نے یہ پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ وہ بھارت امداد لینے گئے ہیں۔ اس حوالے سے بعض لیگیوں کے بیانات بھی اخبارات میں شائع ہوئے۔ شیخ حسام الدین کو جب بھارت میں معلوم ہوا کہ ان کے خلاف پاکستان میں اس قسم کا پراپیگنڈہ ہو رہا ہے تو وہ فوراً واپس پلٹے۔ واہگہ بارڈر پر کسٹم حکام سے کہا کہ میں گھر نہیں جانا چاہتا۔ جیل جانا چاہتا ہوں۔ میرے سامان کی اچھی طرح تلاشی لی جائے۔ اگر اس میں کوئی امدادی رقم نکلے تو فوراً ضبط کر کے سرکاری خزانے میں جمع کر لی جائے اور مجھے یہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا جائے، جہاں میرے دیگر ساتھی تحفظ ختم نبوت کی پاداش میں پہلے ہی موجود ہیں اور یہ کہ کل کلاں کوئی یہ بھی نہ کہہ سکے کہ شیخ حسام الدین امدادی رقم بارڈر پر موجود حکام کی نظر سے بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ چنانچہ شیخ صاحب کے اصرار پر واہگہ بارڈر پر ہی انہیں گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا شیخ صاحب کی گرفتاری سے جب یہ پروپیگنڈہ خاک میں مل گیا تو مرزائی نواز لیگیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے یہ نہایت مضحکہ خیز پروپیگنڈہ کیا کہ "شیخ حسام الدین نے امدادی رقم اپنی ٹانگوں سے باندھ رکھی تھی جو وہ حکام کی نظروں سے بچا کر ساتھ لے گئے۔" کمال یہ ہے کہ شیخ صاحب کی دو جگہ تلاشی ہوئی، بارڈر پر اور جیل کے دروازے پر

بقیہ ص ۵۱ پر

راجہ انور

ذکر جمنا داس جی یا "را" کی غلط معلومات کا

یہ پرانی ضرب المثل اب بے معنی ہو چکی ہے کہ جنگ کا سب سے پہلا شکار سچ ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ آج زمانہ امن میں بھی اس بیچارے کی گردن پر میڈیا کی چھری چلتی ہے اس سلسلے کی تازہ واردات ہندوستان کے مشہور صحافی جمنا داس اختر کا وہ مضمون ہے جو پچھلے دنوں انڈیا کے "ہند سماچار" نامی اخبار کی زینت بنا، جمنا داس جی نے اپنے مضمون میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہندوستان نے آج تک کسی ایسی تحریک، ایسے فرد یا ایسی پارٹی کی کوئی مدد نہیں کی جو پاکستان کی سلامتی کے خلاف ہو۔ اس ضمن میں انہوں نے دو چار ایسے پاکستانیوں کے نام بھی گنوائے جو ان کے بقول ہندوستان سے مدد حاصل کرنے دہلی پہنچے لیکن انہیں "ناکام" لوٹنا پڑا، مقام حیرت ہے کہ اس قسم کے غیر مستند حوالوں سے جمنا داس جی ایسا دانشور یہ سطحی نتیجہ اخذ کر لے کہ پنڈت نہرو، مسز گاندھی اور راجیو گاندھی نے پاکستان کی بقا اور سلامتی کا جیسے حلف اٹھا رکھا تھا۔ جمنا داس جی نے اپنے مضمون کی ابتداء احرار کے مرد مجاہد شیخ حسام الدین کے دورہ ہندوستان سے کی (یہ غالباً ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے) ان کے بیان کے مطابق......... "شیخ حسام الدین پنڈت نہرو سے ملے اور انہیں کہا کے وہ چودھری ظفر اللہ کے حوالے سے حکومت پاکستان کے خلاف قادیانی ایجی ٹیشن شروع کرنا چاہتے ہیں اور وہ اس سلسلے میں ان کی حمایت کے طالب ہیں۔ نہرو نے کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ اس پر شیخ حسام الدین نے دوبارہ کہا "اگر آپ ہماری حمایت نہیں کر سکتے تو مخالفت بھی نہ کریں۔"

تحریک احرار برصغیر کی تاریخ کا باب حریت ہے۔ اگر اسے صفحات تاریخ سے خارج کر دیا جائے تو پھر انگریز کی خوشامد اور کاسہ لیسی کے سوا پیچھے کچھ نہیں بچتا۔ جن لوگوں نے عمر بھر انگریزی راج کا سینہ تان کر مقابلہ کیا، جنہیں کوئی لالچ اور کوئی دباؤ سرنگوں نہ کر سکا، یہ فولادی لوگ نہرو کے سامنے کیوں دوزانو ہوتے، یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ تقسیم ہند کے چھے برس بعد پاکستان کے عوام پر پنڈت نہرو کا کتنا کچھ اثر ہوا ہوگا کہ شیخ حسام الدین کو ان سے یہ درخواست کرنے دہلی جانا پڑا کہ اگر وہ ان کی حمایت نہیں کر سکتے تو مخالفت بھی نہ کریں۔ مجھے تو یہ سارا مکالمہ ہی تاریخی سیاق و سباق سے اکھڑا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جمنا داس جی نے بطل حریت شیخ حسام الدین سے منسوب اس جھوٹے سچے واقعہ کو تو لکھ مارا، لیکن انہوں نے شیخ مجیب الرحمن کا کہیں ذکر کیا اور نہ عوامی لیگ کا جسے ۱۹۷۱ء میں بھارت کی بے پناہ حمایت حاصل رہی۔ بنگلہ دیش کی فوج آزادی (مکتی باہنی) کا صدر دفتر کلکتہ میں قائم تھا اس وقت کے مشرقی پاکستان کی سرزمین پر مکتی باہنی کے سارے آپریشنز انڈین آرمی کی ایسٹرن کمانڈ کی نگرانی میں ہوتے رہے۔ یہ باتیں کوئی خفیہ راز نہیں بلکہ ان تصدیق شدہ تاریخی حقائق پر خود ہندوستان میں صدہا کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مشرقی پاکستان کا استحصال، اس کی محرومیاں اور ملک کے دونوں بازوؤں کے مابین داخلی تضادات کا وجود ایک اٹل حقیقت سہی لیکن اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انڈین مداخلت جائز قرار پا گئی تھی۔ جمنا داس جی ۱۹۷۱ء کے سال سے یوں پہلو بچا کر گزر گئے جیسے یہ سال کبھی آیا ہی نہ تھا۔

(بشکریہ روزنامہ خبریں لاہور، ۱۲ مئی ۱۹۹۸ء)

آغا شورش کاشمیریؒ

شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

قربانی و ایثار، جرأت و استقامت، حوصلہ و اعتماد اور تحریکِ آزادی کا روشن باب

شیخ حسام الدین مرحوم نے جس دور میں سیاسیات کا سفر شروع کیا اس دور کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ کیا لوگ تھے وہ جو برطانوی استعمار کے خلاف سر پر کفن باندھ کر نکلے تھے اور کیا زمانہ تھا کہ اس آزادی کے حصول کی نیو رکھی گئی۔ شیخ صاحب اس عظیم قافلہ کے برگزیدہ رہنماؤں کی یادگار تھے۔ ان کا وجود ان تحریکوں کا سرمایہ تھا جنہیں اس زمانے کے لوگ پہچانتے ہی نہیں۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کا دل اسلام کے لئے دھڑکتا رہا اب وہ افراد رہے نہ جماعت اور نہ وہ دل ہی رہے کہ دھڑکیں۔ اس دور میں بہت کچھ ہے لیکن وہ لوگ نہیں ہیں جن کے پہلو میں دھڑکتا ہوا دل ہو۔ آزادی کا ولولہ ہی جاتا رہا ہے۔ پرانی قدریں بدل گئی ہیں اور ان کی جگہ جو نئی قدریں پیدا ہوئی ہیں ان کا حدودِ اربعہ ہی مختلف ہے۔ سوال شیخ حسام الدین کا نہیں، یہ لوگ تو اب جا ہی رہے ہیں ایک آدھ چراغ کسی گم شدہ طاق پر جل رہا ہے تو موت کی صَر صَر اسے بھی بجھا دے گی۔ اب سوال اس روایت کا ہے جس کو ان لوگوں نے اپنے خونِ جگر سے پیدا کیا اور جس کے ادا شناسوں سے یہ زمانہ خالی ہو چکا ہے۔ ان لوگوں کو اسلام نے پیدا کیا اور یہ لوگ اسلام کے لئے تھے۔ جہاں تہاں اسلام کو گزند پہنچا یہ ماہیٔ بے آب ہو گئے۔ آج اسلام تفسیروں کی زد میں ہے۔ قیادت کی کلاہ ان لوگوں کے سر پر بندھی ہوئی ہے جن کی سیاسی پیدائش اتفاقی اور حادثاتی ہے۔ جنہیں معلوم ہی نہیں کہ جس آزادی سے وہ مستمتع ہو رہے ہیں اس کا خمیر کن لوگوں کے خون سے تیار ہوا تھا۔

زمانہ نیا داستانیں نئی

شیخ صاحب اور ان کے ہمراہیوں کو جس زمانہ سے اب گزرنا پڑا حقیقتاً وہ زمانہ ان کے لئے نیا تھا اور وہ اس زمانے کے لئے بڑے پرانے تھے۔ دونوں میں سنگم نہ ہو سکا۔ زمانہ کی بے بصری اور انکی تیز قدمی میں تصادم رہا۔ نتیجۃً سیاسیات کے اس بیاباں میں وہ اجنبی ہو گئے۔ نئی پود کے لئے بھی وہ اجنبی ہی تھے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا تھا اور ان کے جنون و شوق کی وسعتیں کہاں تک تھیں۔ ان کا زمانہ پہلے مر گیا انہوں نے بعد میں وفات پائی۔ آزادی کے بعد اقوام و ملل کے حوصلے صیقلِ شمشیر ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے ہاں حوصلے دو لخت ہو چکے بلکہ ان کی خاکستر اڑ رہی ہے۔ لوگ شراروں سے ڈرتے اور سایوں سے بھاگتے ہیں۔ زمانہ تھا کہ لوگ آگ میں کودتے اور کلمۃ الحق کی پشت پناہی کرتے تھے۔

شیخ صاحب کا سب سے بڑا وصف یہ تھا کہ بڑے ہی بہادر انسان تھے۔ پندرہ بیس برس میں ان کا سارا قافلہ منتشر ہو گیا۔ چودھری افضل حق بہت پہلے اللہ کو پیارے ہو گئے، چودھری عبدالعزیز بیگووالیہ کو قضا

کھا گئی، آزادی کے بعد مولانا حبیب الرحمن رخصت ہوئے، سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلاوہ آگیا، قاضی احسان احمد جواں مرگ ہوگئے، شیخ صاحب.....................

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

اس گئے گزرے دور میں بھی پرانا دم خم باقی تھا۔ حسین شہید سہروردی کے ساتھ عوامی لیگ میں شامل ہوگئے ایک دن سہروردی صاحب نے ان سے کہا "شیخ صاحب! اسکندر مرزا (تب صدر مملکت) کو احرار کے بارے میں غلط فہمی ہے میں نے کوشش کی ہے کہ اس کا ذہن صاف ہو جائے لیکن آپ کی اس سے ملاقات مفید ہوگی۔

غرض شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری اسکندر مرزا سے ملاقات کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور میں گئے۔ اسکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ وجلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہوگیا۔ ڈاکٹر خان صاحب صوبہ کے وزیر اعلیٰ ہمراہ تھے۔ سہروردی نے مرزا سے کہا " دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر جی آئے ہیں" مرزا نے حقارت سے جواب دیا۔

"احرار پاکستان کے غدار ہیں"

ماسٹر جی ٹھنڈی طبیعت کے مالک، کہنے لگے۔ غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئیے لیکن الزام کا ثبوت ہونا چاہئیے۔

اسکندر مرزا نے اسی رعونت سے جواب دیا " بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں "

ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا لیکن مرزا نے سرکش گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ ہی دھرنے نہ دیا۔

وہی ژاژخائی

شیخ صاحب نے غصہ میں کروٹ لی۔ مرزا سے پوچھا، کیا کہا آپ نے؟

میں نے؟

جی ہاں!

"احرار پاکستان کے غدار ہیں،..... مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہا۔

شیخ صاحب کہاں رکتے، گورنمنٹ ہاؤس، گورنر موجود، وزیر اعلیٰ موجود، وزیر اعظم موجود، صدرِ مملکت کی بارگاہ؟ فوراً جواب دیا۔

"احرار غدار ہیں کہ نہیں؟ اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ تمہارا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے کہ تم غدار ابن غدار ہو، تمہارے جد امجد میر جعفر نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی، تم اسلام کے غدار ہو۔"

ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحب کو آغوش میں لے لیا اور اسکندر مرزا سے پشتو میں کہا میں نے تمہیں پہلے کہا تھا ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں بولنا یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ بلی

ایک ہی جھٹکے میں سپر انداز ہو جاتی ہے یکایک اس کا لب ولہجہ ہی بدل گیا۔

اور یہ تھے مجلسِ احرار اسلام کے صدر شیخ حسام الدین اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے .... ۲۱ جون ۱۹۶۷ء کی صبح چھ بجے پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا۔ ۷۱ برس عمر پائی۔ ان کے انتقال سے قربانی وایثار، جرأت واستقامت، حوصلہ واعتماد اور تحریک آزادی کا ایک روشن باب ختم ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اللہ کے سایۂ رحمت کے مستحق سات خوش نصیب آدمی

عن ابی هريرة قال سمعت رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم يقول سبعة يظلهم اللّٰہ فی ظله يوم لا ظل الا ظله الامام العادل و الشاب نشأ فی عبادة اللّٰہ ورجل قلبه معلق بالمساجد ورجلانِ تحابافی اللّٰہ اجتمعاعلی ذالک وتفرقاعليه ورجل دعته امرأة ذات منصبٍ و جمال فقال انی اخاف اللّٰہ ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتیٰ لا تعلم شماله ما تنفق يمينه ورجل ذكر اللّٰہ خالياً ففاضت عيناه (رواه البخاری)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہ اپنے (رحمتِ کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطاء فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (۱) عادل بادشاہ (۲) وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ (۳) وہ جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ (۴) وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی پر ان کا اجتماع ہو، اسی پر جدائی، (۵) وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہہ دے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے (۶) وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو، (۷) وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

(فضائلِ ذکر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ، ص ۴۸)

چوبیسویں سالانہ **مجلسِ ذکرِ حسین** رضی اللّٰہعنہ

۱۰/ محرم ۱۴۱۹ھ، دارِ بنی ہاشم ملتان

آڈیو اور ویڈیو کیسٹ بذریعہ ڈاک وی پی یابالمشافہ طلب فرمائیں

خطباء: قائدِ احرار ابنِ امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری ○ ابنِ امیر شریعت حضرت پیرجی ○ سید عطاء المہیمن بخاری حضرت ○ مولانا محمد اسحٰق سلیمی ○ مولانا محمد مغیرہ ○ سید محمد کفیل بخاری ○ علامہ محمد یعقوب خان

قیمت آڈیو کیسٹ مکمل تین عدد =/125 روپے ویڈیو کیسٹ =/225 روپے

صدائے احرار دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان PC. 60000 فون: 511961 - 061

شاہ جی اور شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

ڈاکٹر شاہد کاشمیری

ضیغم احرار شیخ حسام الدین نے زمانہ طالب علمی ہی میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو اپنا قائد تسلیم کر لیا تھا۔ شیخ صاحب نے جب عملی سیاست میں قدم رکھا تو ان کے سامنے جماعتیں اور لیڈر تو ایک سے بڑھ کر ایک تھے لیکن نظریاتی وابستگی اور حضرت شاہ جی کی شخصیت کا سحر انہیں مجلسِ احرار اسلام کے بہت نزدیک لے گیا۔ حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں کہ (۱):

"قائد احرار حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ ان یادگار زمانہ لوگوں میں سے تھے جنہیں مجلس احرار جیسی عظیم جماعت کی تاسیس و تعمیر کے سلسلہ میں بنیادی پتھر اور خود ہی اس کے بانی مبانی ہونے کا قابلِ صد فخر و رشک، اصولی مقام و منصب حاصل ہوا اور اسکی تجدید و تزئین کے لئے پختہ کاری و چہرہ آرائی کی بڑی ذمہ دارانہ حیثیت نصیب رہی۔ چنانچہ سیدنا امیر شریعت رحمہ اللہ کے منہ بولے چھوٹے بھائی نیز سعادت مند اطاعت شعار و وفا دار اور چہیتے رفیقِ زندگی کے طور پر چہل سالہ اجتماعی جدوجہد کے انقلابی و طوفانی دور میں ہر مدّ و جزر کے وقت تادمِ آخر انہیں یہ مرکزی حیثیت برابر حاصل رہی"

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری جدو جہد آزادی کے عظیم مجاہد کی حیثیت سے فرزندانِ اسلام اور خصوصاً برِ صغیر کے غریب اور محروم طبقوں کی آواز تھے ۱۷، ۱۹۱۶ء کے زمانہ میں امرتسر کے بازاروں میں اس جہاں دیدہ عالم اور پختہ کار واعظ کی آواز ابھری تو شاہ جی کی مجالس نے شیخ حسام الدین کو ان کا گرویدہ بنا دیا۔ وہ خود فرماتے ہیں (۲)

"ذہنی طور پر تو میں شاہ صاحب کے خیالات کی گرفت میں آہی چکا تھا لیکن عملی طور پر ان کے قرب کی سعادت مجھے نصیب نہ ہوئی تھی کہ غالباً ۱۹۲۰ء میں قادیانیت کی لہر ایک نئی کروٹ کے ساتھ حالات پر اثر انداز ہونے لگی"........

شیخ حسام الدین امرتسر کے بندے ماترم ہال کے ایک جلسے کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں جس میں مرزا بشیر الدین محمود نے ایک خود ساختہ خطبہ پڑھا اور پھر ایک حدیث کو بھی غلط پڑھا تو اچانک پچھلی صفوں سے اسٹیج کی طرف آتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی پُرجلال آواز اُبھری۔ (۳)

"ٹھہرو! اللہ کے غضب سے ڈرو، تم حدیث غلط پڑھ رہے ہو۔ حدیث درست پڑھو اور حوالہ بتاؤ ورنہ ایک لفظ بھی آگے نہیں کہنے دوں گا"

مرزا بشیر الدین محمود کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اتنے میں پولیس اسٹیج کے قریب آگئی اور مرزا کو گھیرے میں لے لیا۔ لوگوں میں افراتفری سی پھیل گئی، نعرہ ہائے تکبیر گونجنے لگے اور آن کی آن میں جلسہ تتر بتر ہو گیا"

اس واقعے نے شیخ صاحب کے ذہن پر ایک گہرا نقش چھوڑا کیونکہ شاہ صاحب کی جرأت ان کے جذبۂ ایمانی کی روشن اور واضح دلیل تھی (اور ہے) وہ شاہ جی کی شخصیت سے اس درجہ متاثر تھے کہ انہیں بیدار مغز، صاحب ایمان، عالم دین، خوش گفتار اور اسلام کا شیدائی جیسے القابات سے نوازا۔ شاہ جی نے شیخ حسام الدین کی ایک کارکن ہونے کے ناطے اور مجلس احرار کے صدر ہونے پر بھی ان کی ہر طرح سے رہنمائی کی۔ شیخ حسام الدین نے شاہ جی کے ساتھ قید و بند کی صعوبتیں بھی سہیں۔ وہ لاہور، راولپنڈی اور ملتان کی جیلوں میں ان کے ساتھ رہے۔ وہاں کی محفلوں میں شاہ جی کی باغ و بہار شخصیت کے کئی اور پہلو بھی دکھائی دیئے۔

شیخ حسام الدین نے شاہ جی کو جیل کی سزا کاٹتے ہوئے کبھی پژمردہ نہیں دیکھا۔ انہوں نے فقر و درویشی کا ایسا راستہ اختیار کیا ہوا تھا جس پر چلتے ہوئے دنیاوی تکلیفیں ہیچ نظر آتی تھیں۔

شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کے نزدیک (۴) ''شاہ جی کی شخصیت کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بے شمار صفات سے متصف کیا تھا وہاں ایک صاف ستھرے علمی و ادبی ذوق سے بھی ان کے مزاج کی آراستگی کی تھی''
شیخ صاحب شاہ جی سے اپنی رفاقتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ (۵)

'' انکی (شاہ صاحب کی) عالی ظرفی کا اندازہ کیجیے کہ میرا کئی مرتبہ سیاسی مسائل پر ان سے اختلاف بھی ہوا بات کے مختلف پہلوؤں پر گرما گرم بحثیں بھی ہوئیں مگر اس قسم کے حالات ساون کے بادلوں کی طرح گزر گئے۔ شاہ جی کے مزاج اور میرے ساتھ برتاؤ میں کبھی فرق نہ آیا وہ اپنے طرزِ عمل سے ایک مجھ ہی کو کیا بلکہ ہر دوست، دشمن کو اپنا گرویدہ بنا لینے کا کچھ ایسا ڈھنگ جانتے تھے کہ اس دور کے لوگوں میں وہ ناپید ہے بلکہ آئندہ بھی اس قسم کی صفات کی جھلک کسی انسان میں مشکل سے دیکھنے میں آئیں گی۔

مجلس میں انتخابات کے موقع پر وہ کہا کرتے تھے کہ '' بھائی انتخاب ووٹوں کی اساس پر نہ کیا کرو بلکہ مسائل اور ضرورریات کی روشنی میں ذمہ داریاں سنبھال لیا کرو''

شیخ حسام الدین اور ان کے رفقاء کے سامنے ایک معیار یہ تھا اور دوسرا تھا، ملکی سیاست کا عالمی سیاست سے تقابل، انہوں نے دیکھ لیا کہ آل انڈیا مجلس خلافت میں نئی آئینی سیاسی جدوجہد کا آغاز تھا۔ کانگریسی ہندو لیڈروں کی سیاست نے جو رنگ دکھائے، انگریز گماشتوں نے جو رنگ چڑھائے اور خاص طور پر نہرو رپورٹ کے بعد کانگریس کی ہندو آنہ ذہنیت بے نقاب ہونے پر ''ایک اولوالعزم، بہادر، مخلص، خالص عوامی اور اسلامی جماعت کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی تاکہ غیر مسلم جماعتوں کی زبردستیوں اور جارحانہ تحریکات کا ضروری سدّباب اور مستقل محاذ پر انگریز کا مردانہ وار مقابلہ کیا جاسکے۔ یہ جماعت ملکی سیاسیات کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام کے نفاذ اور حکومت الہیٰہ کے قیام کی علمبردار ہو۔ جو پوری قوت، جرأت اور استقلال کے ساتھ آزادیٔ وطن کی جنگ لڑسکے۔ چنانچہ اسی غرض سے ۱۹۲۹ء میں مسلم بہادروں، اولوالعزم مجاہدوں، سر بکف جانبازوں، عظیم الشان شجاعوں اور عظیم محبِ وطن انسانوں کی جماعت ''مجلسِ احرار اسلام

ہند" کے نام سے عالمِ وجود میں آئی۔ اس کے اوّلین بانیوں میں چودھری افضل حق، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان، غازی عبدالرحمن امرتسری، شیخ حسام الدین اور مولوی مظہر علی اظہر شامل تھے"(۶)

ان احرار رہنماؤں کا مقصد ایک، اور یقین پختہ تھا۔ جہاں تک امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شخصیت اور مرتبے کا تعلق ہے وہ ان رہنماؤں میں شخصی و سیاسی اعتبار سے سب سے توانا اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک، دینی معاملات اور قومی امور میں کمال درجے کا علم و تجربہ رکھتے تھے۔ شیخ حسام الدین نے امیر شریعت کو امرتسر کی محلہ وار مجالس میں سنا۔ مختلف سٹیجوں پر تقریریں کرتے دیکھا اور ان کے حوالے سے دین و دانش کی کشش کو محسوس کیا تھا۔ لہٰذا جب وہ مجلسِ احرار میں شامل ہوئے تو شاہ جی کی سیاسی سوجھ بوجھ، متانت، سنجیدگی اور استدلال کے گرویدہ ہوگئے۔ امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور شیخ حسام الدین رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی کا طائرانہ جائزہ لیا جائے تو ان میں کئی باتیں اور صلاحیتیں مشترک تھیں۔ شاہ جی عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ اچھا شعری اور ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ جبکہ شیخ صاحب عالمِ دین نہ تھے مگر شعری و ادبی ذوق ان میں بھی بدرجہ اتم موجود تھا۔ جہاں کہیں اچھا شعر نظر آیا بیاض میں نقل کر لیتے۔ انہیں بھی اساتذہ کے سینکڑوں اشعار ازبر تھے اسی طرح دونوں بلند پایہ مقرر تھے۔ دونوں رہنماؤں کو ملکی سیاست کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی معاملات کا اچھا خاصا شعور تھا۔ دونوں لیڈروں نے قومی آزادی کے لئے قید و بند کی صعوبتیں سہیں اللہ اور عوام کی نظروں میں سرخرو رہے۔ بعض جیلوں میں وہ اکٹھے بھی رہے۔

مختصر یہ کہ شیخ حسام الدین کے دل میں شاہ جی کے لئے بے پناہ اخلاص اور محبت تھی ان کی چالیس سالہ رفاقت اس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ شاہ جی کے دیرینہ رفیقوں میں شیخ حسام الدین کو ایک خاص درجہ حاصل رہا وہ کم و بیش چالیس برس شاہ جی کے رفیقِ زندگی رہے اور اس اثنا میں بہت کم لمحے آئے جب دونوں ایک دوسرے سے جدا رہے ہوں۔ ان دونوں بزرگوں نے برطانوی سامراج اور انگریز کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے قلع قمع اور دفاعِ وطن کے لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتیں سہیں مگر ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ وہ دونوں احرار تھے اور فطرتاً احرار تھے اس لیے کوئی بھی انہیں غلام نہ بنا سکا۔

ماخذ

(۱) ابومعاویہ ابوذر بخاری، سید، "آغاز" (غبارِ کارواں) مکتبہ مجلس احرار اسلام ۱۹۶۸ء، ص ۳

(۲) حسام الدین، شیخ، "غبارِ کارواں"، ص ۵۶ (۳) ایضاً (۴) ایضاً ص ۷۰ (۵) ایضاً ص ۵۸، ۵۹

(۶) عبید اللہ احرار، مولانا، "اشارات"، (تاریخِ احرار، مصنف، امیر افضل حق)، مکتبہ مجلس احرار اسلام پاکستان، ۱۹۶۸ء ص ط

محمد عمر فاروق

کرپشن .... ملکی و قومی بربادی کا نقطۂ آغاز

کرپشن دولت کی ہو یا اخلاقیات کی، قوموں کے زوال اور ان کی بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔ کرپشن کی لعنت نہ صرف ہمارے معاشرے میں بلکہ ترقی یافتہ اور مہذب کہلانے والے ممالک اور اقوام میں بھی ناسور کی طرح پھیل رہی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہاں قانون اور روایات کا کچھ تسلسل موجود ہے۔ جن کی وجہ سے اس کی خرابیوں کے اثرات بد سے ممکن حد تک بچاؤ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ جبکہ ترقی پذیر ملکوں کے عوام اپنے ہی بھائی بندوں کے ہاتھوں مالیاتی اور معاشرتی پستیوں کی دلدلوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ جس کا کوئی حل، کوئی مداوا اور کسی قسم کا سدباب ہوتا تو فی الحال نظر نہیں آتا۔

ایران کے شہنشاہ رضا شاہ پہلوی، انڈونیشیا کے صدر سوہارتو، فلپائن کی امیلڈا مارکوس اور پاکستان کے آصف زرداری اور عثمان فاروقی تک ملکی دولت اور وسائل کو بے دریغ لوٹنے والوں کی ایک طویل الف لیلائی داستان ہے۔ جس کے موجودہ مافوق الفطرت کردار ہوسِ زر اور دھن مایہ کے اندھے پجاری بلکہ خونی دیوتا ہیں۔ جو حرام خوری کے اس حد تک رسیا ہو چکے ہیں کہ ان کی زر و جواہر کی اندھی طلب سمندر کی پیاس کی طرح بجھنے میں نہیں آ رہی۔

جن درندوں کو انسانی خون کی چاٹ لگ جاتی ہے تو انہیں انسانوں کے علاوہ کوئی گوشت مزا نہیں دیتا۔ لیکن انسانی دو پایہ بھی عجیب خواہشات کا طومار رکھتا ہے۔ جب اسے اقتدار اور دولت پر شب خون مارنے کا چسکا پڑ جائے تو پھر سٹیٹ بینک تو کیا ورلڈ بینک کے خزانے بھی انہیں سیر نہیں کر سکتے اور طلب و رسد کا ایسا شیطانی چکر شروع ہوتا ہے کہ آخر انہیں قبریں ہی جا لیتی ہیں جہاں کے احتساب کا سامنا کسی کے بس میں نہیں ہو گا۔ مال و دولت جس کے لئے انہوں نے ہر ابلیسی ہتھکنڈا استعمال کیا تھا۔ اور جن سے انہوں نے اپنے سوئس بینک اور طلائی سکے ڈھالنے والی اتفاق فونڈریاں بھری تھیں جب روز قیامت ان کی بابت پوچھا جائے گا تو سب کے منہ پر مہر سکوت ثبت ہو گی اور دولت دنیا کے فرزندوں کو انہی کے خفیہ اثاثوں، ناجائز آمدنیوں اور کمیشنوں سے حاصل شدہ رقوم اور ان کے سونے چاندی کے ڈھیر کو دوزخ کی آگ میں تپا کر اُن کے ماتھوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا ''یہ ہے جو تم نے اپنے واسطے ذخیرہ کیا تھا۔ سو جو کچھ ذخیرہ کر کے جمع کرتے رہے اس کا مزہ آج لو''۔ پھر پشیمانی ہو گی۔ لیکن بے فائدہ۔

یاد رکھیے! اسلام جائز طریقے سے دولت کمانے کی راہیں مسدود نہیں کرتا۔ بلکہ صرف دولت کے شخصی ارتکاز کی نفی کرتا ہے اور معاشرے کے تمام طبقات میں دولت کی یکساں منصفانہ تقسیم چاہتا ہے۔ سرمایہ داری اور سرمایہ پرستی آپس میں بالکل متضاد ہیں۔ معاشرے کا ایک ایسا فرد جسے اللہ نے اپنے فضل

یعنی دولت سے نوازا ہے۔ وہ اگر اس نعمت سے اپنے آس پاس کے نادار اور مساکین کو ان کا حق اور حصہ اداء کرتا ہے۔ اقربا سے حسن سلوک کرتا ہے تو اس کا یہ عمل اللہ کی بارگاہ میں پسندیدہ و مقبول ہے۔ دولت کے اس سرکل سے معاشرہ کے ہر رکن کی ضروریات زندگی کی تکمیل ہوتی ہے اور اونچ نیچ کے برعکس مساوات و برابری کی فضاء پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کی بجائے دولت ایک ہی فرد کی مٹھی میں بند ہو جائے تو پھر ناانصافی، ظلم اور طبقاتی ماحول کے برے اثرات جنم لیتے ہیں۔ جن کے سدباب اور بیخ کنی کے لئے ہی قرآن مجید بار بار انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیتا ہے۔

ناانصافی، بددیانتی اور کرپشن اسی وقت فروغ پاتی ہیں جب حقدار کو اس کے جائز حق سے بھی محروم کر دیا جائے۔ ظالم چاہے امیر ہو یا وزیر، تہی دست ہو یا صاحب حشمت نگر آخر فنا ہے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے کہ انصاف پسند کافر کی حکومت چل سکتی ہے۔ لیکن ظالم کی حکومت کو دوام نہیں ہوتا۔

کرپشن جدید عہد میں نئی نئی اشکال میں ڈھل چکی ہے میرٹ کے بغیر تقرری، چاہے وہ سفارش یا رشوت کے بل بوتے پر کی گئی ہو۔ ممبران اسمبلی اور حکام کے ایماء پر عدالتوں اور تھانوں میں بے گناہوں کو ناکردہ افعال پر تعزیریں، اعلیٰ طبقہ کی منہ زوریوں اور خرمستیوں سے چشم پوشی اور متوسط و نچلے طبقے کی ادنیٰ کمزوریوں پر موت کی سزائیں، غریب طلباء اور وڈیریوں کے بچوں کے لئے علیحدہ تعلیمی ادارے، ناداروں کے لئے سرکاری ہسپتالوں سے ادویات کی عدم دستیابی اور زرداروں کے لئے سرکاری خرچ پر بیرون ملک علاج کی سہولیات، ادویات اور اشیائے صرف میں ملاوٹ، تاج کمپنی اور کواپریٹو سوسائیٹیوں اور بینکوں کے نام پر اربوں روپے کی ملکی تاریخ کی سب سے بڑی کرپشن، ایسی معاشرتی برائیاں ہیں جو ہمارے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہیں۔ اور جس کا جتنا بس چلتا بلاتفریق امیر و غریب، اس ناپاک و ملیچھ گنگا میں ہاتھ دھو رہا ہے۔ بلکہ غوطہ زنی اور اشنان کر کے ایک دوسرے سے جلب منفعت کی بازی لے جانے کی نہ ختم ہونے والی دوڑ میں شریک ہے۔

ملک کی یہ حالت تشویشناک حدوں کو پھلانگ رہی ہے اور ہمارے حکمران میاں محمد نواز شریف اکیسویں صدی میں داخلے کے لئے "پروگرام ۲۰۱۰" پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں اور اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو آئندہ ہزار برسوں میں پیش آنے والے واقعات پر کتاب لکھنے میں مصروف ہیں۔ اندازہ لگائیے کہ ہم ماضی سے برگشتہ، حال سے غافل اور مستقبل سے کتنے پرامید ہو کر بیٹھے ہیں۔

قومی مسائل اور معاشرتی حقائق سے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے حقیقت جھٹلائی نہیں جا سکتی۔ تمام بحرانوں اور معاشی و اقتصادی پریشانیوں کا حل بدعنوانی کے مرتکب افراد کا بلاتفریق مکمل اور بے رحمانہ احتساب ہے۔ لیکن احتساب کرنے والے احتسابی عمل پہلے اپنی ذات سے شروع کریں اور اپنی ذات کو مثال بنا کر ہر ادارے کا زوردار احتساب کریں اور بددیانتوں، خائنوں، اور لٹیروں سے وطن عزیز کی

لوٹی ہوئی ایک ایک پائی وصول کر کے انہیں عبرت کا نشان بنا دیجئے۔ تاکہ پھر کوئی اس نیم جاں ملک کو شیرِ مادر سمجھ کر ہضم کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ یہ تبھی ممکن ہو گا۔ جب الٰہی احکامات کی پاسداری اور روز حشر اعمال کی جواب دہی کا یقین دل میں جاگزیں ہو گا۔ بصورت دیگر قرآن مجید فیصلہ دے چکا ہے۔ کہ
"جو قوم اللہ کے ذکر سے غافل ہو گی اس کی معیشت اس پر تنگ کر دی جائے گی۔"

زبانِ خلق

گولارچی میں قادیانی وحید احمد کو دس سال قید بامشقت اور دس ہزار روپے جرمانہ کی سزا

مکرمی السلام علیکم

۲۱ اپریل کو حیدر آباد و میر پور خاص ڈویژن کی خصوصی عدالت کے جج جناب سلیم احمد نے گولارچی شہر ضلع بدین سندھ کے ایک قادیانی وحید احمد ولد نصیر انور شیخ کو جرم ثابت ہونے پر دس سال قید بامشقت اور دس ہزار روپیہ جرمانہ، عدم ادائیگی پر مزید ایک سال قید کی سزا سنائی ہے۔

تفصیلات کے مطابق ۸ مارچ ۱۹۹۸ء کو گولارچی کے قریب چک نمبر ۵۶ دیہہ ولہار کے کچھ ان پڑھ مسلمان علو پنھور ولد محمد ہاشم، بتھو بکھر عرف لائق گولارچی شہر میں آئے تو وحید احمد قادیانی نے ان کو اپنے پاس بلا کر پوچھا کیسے آنا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ مردم شماری کے فارم پُر کرنے ہیں۔ قادیانی نے فارم لے کر ان کا نام پتہ پوچھا اور فارم پر درج کر کے ان کو دے دیئے دونوں مسلمان فارموں کی تصدیق کے لئے قریبی ڈاکٹر عبداللطیف بند یور کے پاس آئے۔ ڈاکٹر موصوف نے فارم پڑھے تو ان میں مذہب کے خانہ میں اسلام کی بجائے قادیانی لکھا ہوا تھا ڈاکٹر نے ان سے پوچھا کہ آپ مسلمان ہیں یا قادیانی؟ علو پنھور اور اس کے ساتھیوں نے بتایا کہ ہم مسلمان ہیں۔ ڈاکٹر نے ان کو بتایا کہ اس میں تو آپ کو قادیانی لکھا ہوا ہے۔ اس پر انہوں نے گولارچی شہر میں راقم محمد علی صدیق اور محمد سعید انجم سے ملاقات کی۔ ہم نے فوری ایکشن لے کر اس واقعہ کی اطلاع تمام شہر کے مسلمانوں کو دی تو پورا شہر سراپا احتجاج بن گیا ۱۲ مارچ کو شہر میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ احتجاجی جلسہ جلوس ہوا۔ انتظامیہ نے وحید احمد قادیانی کو گرفتار کیا اور اس پر ۲۹۵ الف کے تحت مقدمہ درج کر کے خصوصی عدالت میں بھیج دیا۔ تقریباً سوا ماہ کیس زیر سماعت رہا اس کے بعد ۱۴ اپریل کو گواہوں کے بیانات ہوئے اور ۲۱ کو خصوصی عدالت کے جج نے وحید احمد قادیانی کو جرم ثابت ہونے پر دس سال قید بامشقت اور دس ہزار روپے جرمانہ کی سزا سنائی۔ عدم ادائیگی پر مزید ایک سال قید سزا کاٹنی ہو گی۔

قادیانی کو سزا ہونے کے بعد پورے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور اسی دن بعد نماز عصر جامع مسجد مدینہ میں اظہار تشکر کا جلسہ ہوا جس سے راقم محمد علی صدیقی نے خطاب کیا

پاکستان میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں میں تیزی آگئی ہے۔ اس حوالے سے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ احتساب قادیانیت کی جدوجہد تیز تر کر دے۔ یہ تفصیل صرف اس لئے درج کی گئی ہے کہ مسلمان آئینی طور پر بھی قادیانیوں کا احتساب کریں۔ ادارہ نقیبِ ختم نبوت کا شکر گزار رہوں گا اگر وہ اپنے قارئین تک بھی اس تفصیل کو پہنچا دے۔

والسلام طالبِ دعا محمد علی صدیقی (گولارچی ضلع بدین سندھ)

سید محمد کفیل بخاری

افغانستان میں قادیانیت کا خاتمہ
اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی ایک یادگار نظم

مرزا غلام احمد قادیانی برصغیر میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑا فتنہ تھا۔ اس شخص میں بیک وقت کئی رذالتیں جمع ہو گئی تھیں۔ وہ چند ان بدبخت اشخاص میں سے ایک تھا جن میں کوئی خوبی نہیں ہوتی۔ اپنی انہیں رذالتوں اور خباثتوں کو چھپانے کے لئے اس نے انگریزی حکومت کے ایماء اور مکمل سرپرستی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور جہاد کو حرام قرار دیکر امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم جسارت کی۔ وہ ایک جھوٹا، مکار، فریبی اور دغاباز شخص تھا۔ وہ انیسویں صدی کا دجال تھا جس نے اپنے دجل سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنی اور ان کی عاقبت خراب کر دی۔ وہ خود اپنے بقول "انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا"۔

مرزا قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت کے بعد برصغیر میں تمام مکاتب فکر کے علماء نے متفقہ طور پر مرزا اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور مرتد قرار دیا اور اپنے اپنے عہد میں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس فتنۂ مرزائیہ کے خلاف جہاد کیا۔

مرزا قادیانی نے برصغیر میں مسلمانوں کی طرف سے شدید مزاحمت کو دیکھتے ہوئے پڑوسی ملک افغانستان میں اپنے کفر و ارتداد کی تبلیغ کا دائرہ وسیع کرنے کی بھی کوشش کی مگر الحمدللہ وہاں کے دین دار حکمرانوں نے بروقت نوٹس لیا اور علماء کے فتویٰ کے بعد افغانستان میں قادیانی داخل نہ ہو سکے۔ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے وہاں ختم ہو گیا۔ اس کی کچھ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

(۱) والی افغانستان امیر عبدالرحمن کے عہد میں عبدالرحمن نامی قادیانی کو شرعی عدالت نے ۱۹۰۱ء میں سزائے موت دی گئی۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳، ص ۱۸۵)

(۲) امیر حبیب اللہ کے عہد میں عبداللطیف نامی قادیانی کو ۱۴ جولائی ۱۹۰۳ء میں سزائے موت دی گئی (تاریخ احمدیت جلد ۳ ص ۳۴۷)

(۳) امیر امان اللہ کے عہد میں نعمت اللہ قادیانی کو ۳۱ اگست ۱۹۲۴ء میں سزائے موت ہوئی (تذکرہ ص ۵۸۹)

(۴) امیر امان اللہ ہی کے عہد حکومت میں عبدالحلیم اور ملا نور علی نامی دونوں قادیانی ۱۲، فروری ۱۹۲۵ء کو قتل کئے گئے۔ (تذکرہ ص ۵۸۹)

ابن انیس مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی لکھتے ہیں:

ان تمام قادیانیوں کو سنگسار کر کے قتل کیا گیا۔ تیسرے نمبر پر قتل ہونے والے قادیانی نعمت اللہ کو بمقام

شیر کوٹ سرعام سنگسار کیا گیا۔ نعمت اللہ کی سزائے موت پر ہندوستان میں اس امر کو متنازعہ بنانے کی سازش ہوئی کہ اسلام میں مرتد کی سزا موت ہے یا نہیں۔ اس مسئلہ پر علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ''الشہاب'' نامی رسالہ لکھا اور ثابت کیا کہ قادیانی مرتد ہیں اور اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

مرزا قادیانی کا احتجاجی خط اور والئی افغانستان کا جواب

یہ روایت ہمارے خاندان میں متوارث ہے کہ

جس وقت مرزا غلام احمد قادیانی کو معلوم ہوا کہ والئی افغانستان کے حکم سے میرے ماننے والوں کو قتل کیا جارہا ہے تو اس نے والئی افغانستان کو ایک احتجاجی خط لکھا جس کے جواب میں والئی افغانستان نے صرف ایک جملہ لکھا جو کہ فارسی میں تھا وہ یہ کہ ایں جا بیا (یعنی اس جگہ آؤ)

جب یہ جواب مرزا غلام احمد قادیانی کو پہنچا تو اس نے خاموشی اختیار کر لی مرزا قادیانی کو اس جواب کے معنی بخوبی معلوم ہوگئے تھے کہ اگر میں افغانستان گیا تو میرا حال بھی میرے مبلغین جیسا ہو گا یعنی مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے افغانستان میں بھی علماء لدھیانہ کے فتویٰ کی برکت کو ظاہر فرمادیا''۔

(مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کا سب سے پہلی فتویٰ علماء لدھیانہ نے دیا) مؤلف: ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی ص ۱۶۶

امیر امان اللہ کے عہد میں جب عبدالحلیم اور نور علی قادیانی پر افغانستان کی شرعی عدالت میں مقدمہ چل رہا تھا تو علماء کو عدالت کی معاونت کے لئے طلب کیا گیا۔ ان علماء میں لدھیانہ کے ایک بطل حریت مولنا سیف الرحمٰن لدھیانوی کے فرزند محمد اسحٰق بھی شامل تھے جنھوں نے دلائل کے ساتھ مرزا قادیانی کے دعوؤں کا رد کیا چنانچہ عدالت نے دونوں قادیانیوں کو سزائے موت سنادی۔ نعمت اللہ قادیانی کے قتل پر علماء نے اپنے اپنے تاثرات کا اظہار فرمایا۔ اور مختلف رسائل و جرائد میں یہ تاثرات شائع ہوئے۔

ہمارے نہایت کرم فرما اور مہربان جناب عبداللطیف الفت مطالعہ کا اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔ شعر و ادب، تاریخ اور نوادرات علمی سے انہیں خاص انس ہے۔ اسلام آباد میں مقیم ہیں اور نقیبِ ختم نبوت کے لئے برابر مہربانیاں فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

گزشتہ ماہ انہوں نے ''انجمن تائید اسلام'' گوجرانوالہ کا ایک رسالہ شائع شدہ ۱۹۲۴ء کا سرورق ارسال فرمایا۔ جس پر محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کے فارسی اشعار درج ہیں جو انہوں نے نعمت اللہ قادیانی کو سزائے موت دینے پر امیر امان اللہ کو تہنیت کے طور پر ارسال کئے۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں اللہ کی نشانیوں میں سے ایک تھے۔ علم و فضل میں باکمال انسان تھے۔ وہ بیک وقت محدث بھی تھے اور مفسر بھی۔ فقیہہ بھی تھے اور مصلح بھی۔ مرشد بھی تھے اور حکیم بھی۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد کو علمی اور کتابی مناظرہ بازی کے ماحول سے نکال کر عوامی جدوجہد کی صورت میں ڈھالنا ان کا بہت بڑا کمال ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری، محسن احرار تھے۔ انہوں نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری

رحمہ اللہ کے ہاتھ پر پانچ سو علماء کی معیت میں بیعت کر کے انہیں "امیر شریعت" قرار دیا اور پھر امیر شریعت اور ان کی پوری جماعت مجلس احرار اسلام کو فتنۂ قادیانیت کے عوامی محاسبہ اور منظم جدوجہد کے لئے مامور کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب ہندوستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت کے اصل بانی تھے۔ آئندہ صفحہ پر "انجمن تائید اسلام" گوجرانوالہ کے رسالہ کے سرورق کا عکس ہم اپنے کرم فرما جناب عبداللطیف الفت کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں

قیمت اظہار صدا | قیمت تردید مرزا

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

سلسلۂ انجمن تائید اسلام گوجرانوالہ

نمبر (۱)

قادیانی مرتد

اس رسالہ میں عقلی اور نقلی دلائل سے کاذب مدعی نبوت دجال اکبر مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت ضالہ کی نسبت جو کہ مرتدین کا ایک گروہ ہے۔ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ سیاست و شرع اسلامیہ میں یہ مرتد گروہ واجب القتل ہے۔ رسالہ ہذا اراکین انجمن تائید اسلام گوجرانوالہ (پنجاب) نے بغرض ہدایت المسلمین چھپوا کر مفت تقسیم کیا۔

فاضل اجل علامۃ العصر استاذ الہند حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے نعمت اللہ قادیانی مرتد کے قتل کئے جانے پر تاجدار اسلام اعلیحضرت امیر امان اللہ خان غازی والی افغانستان کی خدمت اقدس میں ایک فارسی مکتوب روانہ فرمایا ہے۔ اس مکتوب کے آخر میں جلیل المنزلت علامہ ممدوح نے چند نہایت ہی تابدار دعائیہ اشعار زیب رقم فرمائے ہیں۔ جو فی الواقعہ مسلمانان ہندوستان کے دلی جذبات کے حقیقی ترجمان ہیں۔ موقر اخبار زمیندار (لاہور) میں یہ اشعار شائع ہو چکے ہیں۔ یہاں تبرکاً و تیمناً درج کئے جاتے ہیں۔

باد ہمیشہ ہمہ فرّ شہی | بندۂ درگاہِ امانُ اللّٰہی
شاہِ جگردار و بسالت پناہ | سایۂ حق غازی ظلِ الٰہ
رایتِ اقبالِ ترا برجبیں | اِذا فتحنا لک فتحاً مبین
ثبتِ لوایت ز قریبٌ مجیب | نصرٌ من اللّٰہِ و فتحٌ قریب
اشہبِ ایام بہ کامِ تو باد | سکۂ اسلام بنامِ تو باد
دل کہ بہ تو بستہ چہ امیدہا | می طلبد رفعتِ جاویدہا
دینِ نبی از سرِ تو زندہ باد | دولتِ تو دائم و پائندہ باد

ڈاکٹر محمد اصغر اسعد، (اسسٹنٹ پروفیسر ملتان)

فن موعظت کی اہمیت اور اساسی اصول

لفظ "موعظت" عربی زبان کا کلمہ ہے جس کا لغوی معنی "پند و نصیحت" ہے (۱) اصطلاحی لحاظ سے موعظت وہ طریق کار ہے جس کے ذریعے داعی الی اللہ لوگوں کو خیر کی دعوت دیتا ہے اور برائی اور اس کے انجام سے اس انداز سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے کہ ان کے دل بھلے کاموں کی طرف راغب ہو جاتے ہیں اور اعمالِ صالحہ کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

اصلاح احوال اور تہذیب نفوس کے لئے وعظ و نصیحت کی بہت بڑی اہمیت ہے، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ خالق کائنات نے خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان کام حکمت اور موعظت حسنہ کے ذریعے سر انجام دیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (سورہ نحل آیت ۱۲۵)(۲)

اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور بہترین نصیحت کے ساتھ بلائیے"

یہ حکم صرف آپ ہی کو نہیں بلکہ آپ سے قبل انبیاء کو بھی یہ فریضہ سونپا گیا کہ وہ دعوت الی اللہ میں وعظ و تذکیر کا اسلوب اپنائیں، چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو حکم ہوا کہ جب تم فرعون کے پاس اللہ کی توحید کا پیغام لیکر جاؤ تو درج ذیل طریق اپناؤ

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طٰہ آیت ۴۴)(۳)

پس اس (فرعون) سے نرمی سے بات کرو تاکہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈر جائے۔

معلوم ہوا کہ وعظ و نصیحت انسانی قلوب میں ذکر الٰہی اور خوف خدا پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے پورے قرآن کو "موعظت" قرار دیا ہے، ارشاد رب ذوالجلال ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ (یونس ۵۷)(۴)

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے"

انسانی قلوب چونکہ اس مادی دنیا میں رہنے کی وجہ سے اس کے دنیاوی اثرات جلد قبول کر لیتے ہیں اور یاد الٰہی سے غفلت کی بناء پر زنگ آلود ہو جاتے ہیں اور وہاں رحمٰن کی بجائے شیاطین کا بسیرا ہو جاتا ہے، اور وہ فساد کا مرکز بن جاتے ہیں اور انسان سے اعمال صالحہ کی بجائے اعمال طالحہ سرزد ہوتے ہیں، سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جسم میں دل کی مرکزیت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا:

"الا وان فی الجسد مضغة ، اذاصلحت صلح الجسد کلة واذا فسدت فسدالجسد ، کله الاوهی القلب"

"سنو جسم میں ایک ایسا لوتھڑا ہے کہ جب وہ درست ہو تو پورا جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں بگاڑ پیدا ہو تو

پورے جسم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے، آگاہ رہو کہ وہ دل ہے۔" چنانچہ وعظ و نصیحت انسانی قلوب کی اصلاح میں بہترین کردار ادا کرتا ہے، جس کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ بسا اوقات صرف ایک حرفِ نصیحت نے سیدھی راہ سے بھٹکے انسان کی کایا پلٹ دی۔

دورِ جدید کے ذرائع ابلاغ کی بڑی اہمیت ہے جن کے ذریعہ واعظ ایک ہی وقت میں لاکھوں، کروڑوں انسانوں تک بغیر بالمشافہ ملاقات کے اپنا پیغام پہنچا سکتا ہے۔

تاریخ اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے واعظ و ناصح ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ۝ (٦) النساء ، ٦٣

اور آپ انھیں نصیحت کیجئے اور ایسی بات کہیے جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو۔"

رب ذوالجلال کے حکم سے یہ فریضہ آپ نے بخوبی سرانجام دیا اور روحانی امراض سے بھرپور دلوں کی اس طرح اصلاح کی کہ وہ پوری کائنات کے لئے نجوم ہدایت بن گئے۔

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہم دوشِ ثریا کردیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

فن موعظت کی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہے وہ بھی تادمِ حیات یہ فریضہ نبھاتے رہے، صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اس عمل خیر میں سرگرم رہے، لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ فن جب عام ہوا تو اس میدان کے شہسوار جہاں علماء، فقہا، محدثین و مفسرین ہوتے تھے، اب اس میں جاہل، کم خواندہ، بے عمل اور ریاء کار شامل ہو گئے، جنہوں نے وعظ میں قرآن و حدیث کی بجائے قصے کہانیوں کی بھرمار کردی، جس کی وجہ سے اس کے وہ خاطر خواہ نتائج سامنے نہ آئے جن کی توقع کی جاتی تھی، درج ذیل سطور میں ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان قواعد و ضوابط اور اسالیب کا ذکر کرتے ہیں جن کو پیش نظر رکھنا ہر واعظ و ناصح کے لئے ضروری ہے۔

الف: وعظ و نصیحت کی بنیاد کتاب و سنت پر ہو۔

اسلامی تعلیمات کے بنیادی ماٰخذ چونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے واعظ کے لئے ضروری ہے کہ اس کی موعظت و نصیحت کلام ربانی اور احادیث نبویہ سے مزین ہو، اور جب لوگوں کے سامنے مامورات اور منہیات میں سے کچھ بیان کیا جائے تو وہ دلائل سے خالی نہ ہو۔ اور سب سے قوی اور اکمل دلیل کتاب ہے، جس کی مثال کائنات کا کوئی فرد نہ لا سکا اور نہ لا سکے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ "بنی اسرائیل ۸۸ (۷)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر انسان و جن اکٹھے ہو جائیں کہ وہ اس جیسا قرآن لائیں تو وہ اس جیسا نہیں لا سکتے" کتاب اللہ کے

بعد دوسری دلیل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا اثر قلوب پر مسلم ہے، کوئی شخص خواہ کتنا ہی فصیح اللسان اور بلیغ البیان ہو اگر اس کے پند و نصیحت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استشہاد کے بغیر ہو گی تو وہ نامکمل ہو گی۔

ب: وعظ و نصیحت میں لوگوں کی طبائع اور احوال نفوس کا خاص خیال رکھا جائے، کیوں کہ بعض اوقات نفس کی اکتاہٹ سے وعظ و نصیحت کا اثر جاتا رہتا ہے، اس لئے واعظ کو مزاج شناس بھی ہونا چاہیئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی طبائع سے بخوبی آشنا تھے، یہی وجہ ہے کہ وعظ و تذکیر میں وقفہ ایام کو ملحوظ رکھتے، نفوس کی اکتاہٹ کے سبب موعظت میں کثرت نہیں فرماتے تھے، آپ کے تربیت یافتہ صحابہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"ہر جمعہ ایک بار لوگوں سے دین اسلام کی باتیں کیا کرو یا دو بار یا پھر تین بار، اور اس قرآن سے لوگوں میں اکتاہٹ پیدا نہ کرو"

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ و نصیحت فرماتے، ایک شخص نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ہر روز پند و نصیحت کیا کریں، آپنے فرمایا کہ مجھے اس کے ماسوا اور کوئی چیز نہیں روکتی کہ میں ناپسند سمجھتا ہوں کہ میں (کثرت وعظ) سے تمہیں اکتا دوں، بلاشبہ میں موعظت کے سلسلہ میں اسی طرح تمہارا خیال رکھتا ہوں، جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری اکتاہٹ کے خوف کے سبب ہمارا خیال رکھتے تھے" (۹)

لہٰذا واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے اوقات کار، ان کی طبائع، مزاج اور دلچسپی کو پیش نظر رکھے اور اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کی جائے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موعظت و تذکیر جمعہ کے دن چند کلمات پر مشتمل ہوتی تھی، (۱۰) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

"ان النبی کان یحدث حدیثا لوعده العاد لاحصاه(۱۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بات کرتے تو شمار کرنے والا آپ کی باتیں اگر شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا تھا۔

ج: مبالغہ آمیزی اور قنوطیت سے اجتناب:

عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ واعظ حضرات لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف پیدا کرنے کے لئے اور نافرمانی اور برائیوں کی سزا کو اس قدر مبالغہ آمیزی اور وحشت ناک اسلوب میں بیان کرتے ہیں کہ عام سامعین یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ اب ان پر عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے اور توبہ کی کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہی اسی طرح بعض واعظین کچھ واقعات، اس انداز میں بیان کرتے ہیں کہ ان سے اللہ کی نافرمانی کی سزا کی وقعت بہت کم ہی نظر آتی ہے، لہٰذا مناسب طریقہ یہ ہے کہ موعظت میں متوسط راہ اختیار کی جائے، اور وہ ترغیب و ترہیب، اور خوف و رجاء کے درمیان ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۙ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ۝ الحجر ۴۹، ۵۰(۱۲)

میرے بندوں کو خبر دے دو کہ بے شک میں بہت بخشنے والا مہربان ہوں، اور بلاشبہ میرا عذاب دردناک عذاب ہے،

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے نیک بندوں کی ان دونوں صفات کے ساتھ بیان کی ہے، چنانچہ فرمان الہیٰ ہے:

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ بنی اسرائیل ۵۷ (۱۳)

اور وہ (اللہ کے نیک بندے) اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں"

م المؤمنین سیدہ عائشہ، حضرت عبید بن عمیر (رضی اللہ عنھم) فرماتے ہیں: "لوگوں کو ملال میں ڈالنے اور ناامید کرنے سے بچو (۱۴)

د: موعظت کا بغیر تکلف کے فصیح و بلیغ ہونا:

موعظت حسنہ کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ بغیر تکلف کے فصیح و بلیغ ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات مبارکہ بلاغت کا شاہکار تھے لیکن تکلف سے پاک تھے، حضرت عرباض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے فصیح و بلیغ وعظ فرمایا جس سے ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دلوں پر رقت طاری ہو گئی۔ (۱۵) تکلف کی کئی صورتیں ہیں مثلاً وعظ و نصیحت کے خطبات میں عمداً سجع بندی کا اہتمام کرنا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اکابر صحابہ کا دور پایا مگر وہ حضرات سجع بندی سے اجتناب کرتے تھے۔ (۱۶)

امام غزالی کے نزدیک ایسی سجع بندی جو بالتکلف ہو مکروہ ہے کیوں کہ یہ عاجزی اور انکساری خشوع و خضوع کے خلاف ہے، اگر تکلفاً سجع بندی نہ ہو تو پھر کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دعائیہ کلمات مسجعہ منقول ہیں مگر وہ تکلف سے پاک ہیں (۱۷)

تکلف کی دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں انسان کو معلومات نہ ہوں اس کے بارے میں خواہ مخواہ اپنی رائے دے دینا، حضرت مسروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ "جو شخص کسی چیز کے بارے میں جانتا ہے تو اسے اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہیے اور جو نہیں جانتا تو اسے "واللہ اعلم" یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے کہنا چاہیے، کیوں کہ جس چیز کے متعلق کسی کو علم نہیں ہے اور وہ اس کے بارے میں "اللہ اعلم" کہتا ہے تو یہ بھی ایک طرح کا "علم" ہے (۱۸) تکلف کی تیسری صورت یہ ہے کہ "کثرت کلام" اور "گفتگو میں غیر ضروری طوالت" اختیار کی جائے پس واعظ کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنے خطبہ میں اختصار کو پیش نظر رکھے، اور خواہ مخواہ طوالتِ کلام سے اجتناب کیا جائے کیوں کہ یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور طریقۂ اسلاف کے خلاف ہے۔

س: موقع و محل اور حالات و واقعات کی موزونیت کو ملحوظ خاطر رکھنا:

فن موعظت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ وہ موقع و محل کے مطابق ہو، چنانچہ اس بارے میں ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے کافی شواھد ملتے ہیں، مثلاً ماہ رمضان کی آمد پر اس کی فضیلت اور اعتکاف اور

شب قدر کی اہمیت پر فصیح و بلیغ خطبہ منقول ہے، حج اور قربانی مواقع پر ان کی فضیلت کے بارے میں ارشادات وارد ہوئے ہیں، ماہ محرم میں یوم عاشور کی فضیلت بھی بیان فرمائی، غزوات کے مواقع پر قتال فی سبیل اللہ، شہادت اور اعانت مجاہدین کے بارے میں بکثرت روایات نقل کی گئی ہیں، ایک کامیاب واعظ اور ناصح اس اسلوب کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے۔

تفاوت درجات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے:

اس میں کوئی شک نہیں کہ وعظ و نصیحت سے کوئی بھی مستغنی نہیں ہوسکتا، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، عالم ہو یا فاضل، تاہم ہر طبقہ کے افراد کے لئے یکساں قسم کی "موعظت" کار آمد نہ ہوگی، بلکہ مخاطبین کے عقول، قوت ادراک و فہم اور تقاضوں کو پیش نظر رکھا جائے، اس بارے میں ایک قول مشہور ہے " کلموا الناس علی قدر عقولھم " یعنی لوگوں کی سوجھ بوجھ کے مطابق گفتگو کرو، چنانچہ بعض اوقات ایک چیز کا ذکر ایک عالم آدمی کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ لیکن عامی کے سامنے اس کے ذکر کا کوئی فائدہ نہیں، اسی طرح ایک نادار اور فقیر کے سامنے ایک چیز کا ذکر سودمند ہے لیکن غنی افراد کے لئے وہ چیز غیر مفید ہوتی ہے، ایسے ہی بسا اوقات بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جن کے ذکر سے کسی فتنہ و فساد یا کسی غلط فہمی کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے لہذا ایسی باتوں کے ذکر سے گریز کیا جائے، اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس قول پر عمل کیا جائے: **حدثو الناس بمایعرفون ، اتحبون ان یکذب اللّٰہ ورسولہ:** (۱۹) یعنی لوگوں کے سامنے وہ چیزیں بیان کرو جن تک ان کی معرفت کی رسائی ہو، کیا تم اس چیز کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا جائے" اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جب تم لوگوں کے سامنے ایسی بات کرو گے جس تک ان کی عقلوں کی رسائی نہ ہوگی تو وہ بات ان کے لئے فتنہ و فساد اور آزمائش کا باعث ہوگی" (۲۰)

خلوص اور رضاء الٰہی مطلوب ہو

موعظت کے اہم اصول و ضوابط میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں ریاکاری کی بجائے خلوص اور رضائے الٰہی مطلوب ہو، ورنہ ریاکاری سے کیا ہوا عمل روز قیامت باعث اجر کی بجائے باعث ندامت ہوگا، خطباء، واعظین، داعیان اسلام و مبلغین سے روز آخرت، ان کے عمل موعظت و نصیحت، دعوت و تبلیغ کے بارے میں خلوص نیت کا سوال ہوگا، چنانچہ حبیب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان عالیشان ہے:

"مامن عبد یخطب خطبتہ الا اللّٰہ سائلہ عنھا یوم القیامتہ، ماردت بھا ؟ (۲۱)

جب کوئی بندہ خطبہ دیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ اس خطبہ (تقریر و بیان) سے تیرا کیا مطلوب و مقصود تھا"

بلاشبہ وہ وعظ و نصیحت جس میں خلوص ہو، جب وہ آلائشوں سے پاک اور مستند ہر قلب کو پہنچتی ہے تو خوب اثر کرتی ہے، چنانچہ کلام ربانی میں متعدد جگہ اس مفہوم کی طرف اشارہ ہے، مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۔۔۔ سورۃ ق ۳۷

بے شک اس میں اس شخص کے لئے نصیحت (عبرت) ہے جس کا کوئی دل ہو یا جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے،

صحیح روایات پر اعتماد:

واعظین کے لئے ضروری ہے کہ اپنی موعظت میں من گھڑت اسرائیلی روایات، موضوع احادیث اور سنے سنائے واقعات کے بیان کرنے سے گریز کریں، آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی احادیث منسوب کی جائیں جن کی نسبت علم روایت و علم درایت کے لحاظ سے درست ہو، آپ کا یہ قول مشہور ہے:

"من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار" (۲۳)

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے گا تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے،

اسی طرح آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول بھی مشہور ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے:

كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ماسمع (۲۴)

کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ (بغیر تحقیق کے) ہر سنی سنائی بات بیان کرے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکثر خطباء حضرات اس چیز کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے اور جوش خطابت میں آکر ہر رطب ویابس قول کو کہہ گزرتے ہیں؛ حالانکہ یہ اسلوب خطابت، خطباء و واعظین کی کم علمی پر دلالت کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول منقول ہے:

انكم فى زمان كثير علماء وان بعدكم زماناً كثير خطباء والعلماء فيه قليل (۲۵)

"بے شک تم ایک ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں علماء کی تعداد زیادہ ہے، تمہارے بعد ایک ایسا دور بھی آئیگا جس میں خطیب زیادہ ہوں گے اور علماء کم ہوں گے" چنانچہ اس دور میں اکثر واعظین اس قول کا مصداق ہیں۔ جو اپنے وعظ میں من گھڑت اور موضوع روایات بیان کر کے اجر و ثواب کی توقع رکھتے ہیں۔

تحریری میدان میں بھی ایسی ایسی کتب موجود ہیں جن میں ماوراء العقل واقعات اور قصص کی بھرمار ہے چنانچہ محققین نے ایسی کتب کے مطالعے سے منع کیا ہے، چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے ایک کتاب "احادیث القصاص" کے نام سے اور ابن الجوزی نے "القصاص والمذکرین" کے عنوان سے اور علامہ سیوطی نے "تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص" کے نام سے لکھ کر ایسے کئی موضوع وضعیف واقعات و روایات کی طرف اشارہ کیا ہے جو اہل علم کے نزدیک قابل اعتماد نہیں ہیں۔

بامقصد قصص و واقعات:

واعظ کے لئے ضروری ہے کہ وہ جو تاریخی قصص و واقعات بیان کرے وہ صحیح ہونے کے ساتھ مؤثر اور بامقصد ہوں، چنانچہ قرآن مجید جو موعظت کی اعلیٰ وارفع کتاب ہے اس کا بھی یہی منہج ہے، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ قصص ۳ (۲۶)

ہم آپ کے سامنے موسیٰ اور فرعون کی سچی خبر ان لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ کار تھا، آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے سابقہ امتوں کے کسی

بامقصد واقعات بیان فرمائے مثلاً بنی اسرائیل کے ان تین افراد کا طویل قصہ جو بارش کی وجہ سے ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے لیکن اچانک غار کا منہ ایک بھاری چٹان سے بند ہو گیا، پھر ہر ایک نے اپنا اپنا نیک عمل اللہ کے حضور میں یاد کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا اور وہ باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے، اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے ان لوگوں کا قصہ بیان کیا جنہوں نے پنگھوڑے میں کلام کیا، اس کے علاوہ اصحاب الاخدود، اصحاب تبع اور دیگر کئی واقعات آپ کی لسان صادق سے بیان ہوئے۔

واعظ اور ناصح کے لئے یہ لازمی امر ہے کہ سامعین کے سامنے ان تاریخی واقعات کو بیان کرنے کا مقصد صرف ان کی تفصیل بہم پہنچانا نہ ہو بلکہ ان سے جو سبق اور عبرت حاصل ہو اسے بلامبالغہ بیان کرے۔

فن موعظت کو اپنے جائز مقام پر رکھا جائے:

وعظ و نصیحت کا اگرچہ انسانی نفوس کی تربیت میں کردار مسلم ہے، اور اسے اشاعت دین کا ایک اہم باب شمار کیا جاتا ہے، لیکن اس کے علاوہ، اخلاقی تعمیر و ترقی اور اشاعت دین کے دیگر وسائل اور ذرائع بھی ہیں مثلاً علم دین کا حصول اور اس کی تدریس کا فریضہ سرانجام دینا، جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ، لہٰذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر افراط و تفریط کے ہر ذریعہ کو اس کا حق شرعی دیا جائے اور صرف "موعظت" ہی کو تربیت نفس کا واحد باب نہ سمجھا جائے بلکہ دین اسلام کی اشاعت اور اس کے احکام پر باسانی عمل کرنے کے لئے انسانی نفس کو تیار کرنے کے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ اسے بھی ایک اہم ذریعہ تصور کیا جائے

حواشی و مصادر

(۱) سورۃ النحل آیت ۱۲۵ (۲) ابن منظور، لسان العرب ج۱۵/ص۳۴۵۔ بیروت (۳) طٰہٰ آیت ۴۴ (۴) یونس/۵۷۔ (۵)۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۴۹، مطبع دارالسلام، الریاض، (۶)۔ النساء/۶۳، (۷) بنی اسرائیل/۸۸، (۸) الصحیح البخاری، حدیث نمبر ۶۳۳۷، (۹) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۷۰، (۱۰) سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۱۱۰۷، طبع بیروت، (۱۱) الصحیح للبخاری، حدیث نمبر ۳۵۶۷، (۱۲) الحجر/آیت ۴۹،۵۰، (۱۳) بنی اسرائیل/۵۷، (۱۴) الخطیب البغدادی، الجامع لاخلاق الرادی، ج۲/ص۱۲۷، مصر، (۱۵) السنن للترمذی، حدیث نمبر ۱۲۵۷، طبع بیروت، (۱۶) الصحیح للبخاری: حدیث نمبر ۶۳۳۷، کتاب الدعوات، باب مایکرہ من السجع فی الدعاء، ص۱۳۴۱، (۱۷) فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۱۱/ص۱۴۳، طبع بیروت، (۱۸) صحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۸۰۹، کتاب التفسیر، باب قولہ "وما انا من المتکلفین" ص۱۰۲۶، (۱۹) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً، ص۵۸، مکتبہ دارالسلام، الریاض۔ (۲۰) المقدمہ صحیح المسلم، ص۱۱، باب النھی عن الحدیث بکل ماسمع، بیروت۔ (۲۱) ابن ابی الدنیا، کتاب الصمت و آداب اللسان، ص۲۴۹، بیروت ۱۹۹۰ء (۲۲) سورۃ ق/۷۔۳۔ (۲۳) صحیح البخاری، باب اثم من کذب علی النبی، ج۱/ص۲۹، الریاض۔ (۲۴) المقدمہ لصحیح المسلم، ص۱۰، بیروت (۲۵) ابوخیثمہ، کتاب العلم، ص۱۰۹، بیروت (۲۶) القصص/۳

پروفیسر عزیز اللہ

اسلامی ریاست کی معاشی زندگی میں احتسابی ادارے کا کردار

اسلامی ریاست کے فرائض میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اپنے شہریوں کی اسلامی تعلیم و تربیت، دفاع تبلیغ، جہاد اور ملک میں عدل و قسط اور امن و امان کے قیام کے ذریعہ سے شہریوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرنا شامل ہے۔

اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں میں کفالت عامہ، معاشی ترقی کا اہتمام اور تقسیمِ دولت میں پائے جانے والے تفاوت کو کم کرنا شامل ہے۔ کفالت عامہ سے مراد یہ ہے کہ دار الاسلام کی حدود کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کی جائے۔ یہ اہتمام اس درجہ تک ہونا چاہیے کہ کوئی فرد ان ضروریات سے محروم نہ رہے۔ ان بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان، اور علاج لازماً شامل ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

۱. "مامن عبد یستر عیه الله رعیه فلم یحطها بنصیحه لم یجد رائحه الجنه"(۱)

ترجمہ: جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔

۲. ما من امیریلی امر المسلمین ثم لا یجهد لهم وینصح الا لم ید خل معهم الجنه(۲)

ترجمہ: جو امیر مسلمانوں کے امور کا نگران ہو اور پھر ان (کی بھلائی) کے لیے محنت نہ کرے اور انکی خیر خواہی نہ کرے وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہیں ہوگا

۳. الله و رسوله مولیٰ من لا مولیٰ له (۳) ترجمہ: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کا سرپرست اللہ اور اس کا رسول ہے۔

۴. السلطان ولی من لا ولی له (۴) ترجمہ: جس کا کوئی سرپرست نہ ہو اس کی سرپرست حکومت ہے

ریاست کی کفالت کی مثالیں صدر اسلام میں:

کفالت عامہ کے فریضہ کی عملاً انجام دہی کی متعدد مثالیں حضرت عمرؓ بن خطاب کے دور خلافت میں ملتی ہیں جب آپ شام تشریف لے گئے تو حضرت بلالؓ نے بڑے موثر انداز میں آپ کو یہ بتایا کہ عوام بھوک سے پریشان ہیں آپؓ نے فوراً مقامی حکام کو حکم دیا کہ ہر مسلمان کے لیے بقدر کفالت غذائی اجناس فراہم کریں(۵)

کلبی روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ اپنی چادر میں کنکریاں بھر کر اپنے سر کے نیچے رکھے مسجد میں سو رہے تھے کہ ایک پکارنے والے نے "یا عمر"، "یا عمر" پکارنا شروع کیا۔ آپؓ چونک کر اٹھے اور آواز کی سمت میں دوڑ پڑے۔ دیکھا کہ ایک اعرابی اپنے اونٹ کی نکیل تھامے کھڑا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہو گئے۔ ہیں جب اس نے حضرت عمرؓ کو دیکھا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ یہی امیر المؤمنین ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ تجھے

کس نے ستایا۔ آپؓ نے سمجھا کہ وہ کوئی ستم رسیدہ ہے۔ وہ اٹھ کر (اپنا حال) بیان کرنے لگا۔ چند اشعار پیش کیے جن میں قحط کی شکایت کی۔ حضرت عمرؓ اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر چیخے "ہائے عمر! ہائے عمر"! لوگو! تم سمجھے یہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ قحط اور خشک سالی کا ذکر کر رہا ہے۔ عمر شکم سیر ہو کر کھاتا اور پیتا ہے اور مسلمان قحط و مصیبت میں گرفتار ہیں۔! کون ہے جو ان لوگوں کو رسد، کھجوریں اور ان کی ضرورت کی دوسری چیزیں پہنچائے؟ چنانچہ آپؓ نے دو انصاری افراد کو بہت سے اونٹوں کے ساتھ جن پر اجناس اور کھجوریں لدی ہوئی تھیں روانہ کیا۔ وہ یمن گئے اور اپنے ساتھ جو کچھ لے گئے تھے اسے وہاں تقسیم کر دیا(٦)............ یہ بھی سیدنا عمرؓ کا فرمان ہے کہ

لومات جمل ضیاعاً علیٰ شط الفرات لغشیت ان یسئالنی اللّٰه عنه(٧)

ترجمہ: اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے بارے میں جواب طلب کرے گا۔

احتساب کی اصطلاحی تعریف:

امام غزالی (م ۵۰۵ھ) نے احتساب کی تعریف یوں کی ہے۔

"عباده عن اطنع عن منکر لحق اللّٰه صیامه للممنوع عن مقا فه المنکر(٨)

ترجمہ: احتساب سے مراد یہ ہے کہ حقوق اللہ سے متعلق کسی منکر (اور ناپسندیدہ کام کے ارتکاب) سے روکا جائے تاکہ جس کو روکا جارہا ہے وہ اس برائی کے ارتکاب سے باز رہے۔

مشہور شافعی فقیہہ قاضی ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی (م ۴۵۰ھ) اور اسی زمانہ کے ایک اور مشہور حنبلی فقیہہ قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین الفرا(م۴۵۸ھ) نے احتساب کی تعریف یہ کی ہے۔

"هو امر بالمعروف اذا ظهر ترکه ونهی عن المنکر اذا ظهر فعله" (٩)

ترجمہ: احتساب سے مراد اچھائی کا حکم دینا جب اس کو چھوڑ دینا عام ہو جائے اور کھلمَ کھلا اس کو چھوڑا جانے لگے اور برائی سے روکنا جبکہ اس کو کھلم کھلا کیا جانے لگے۔

احتساب صدر اسلام میں:

سرکاری سطح پر اس اہم کام کی ضرورت اسلامی ریاست کے روز آغاز ہی سے محسوس کرلی گئی تھی۔ جب تک اسلامی ریاست مدینہ تک محدود رہی اس وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس کام کو انجام دیا کرتے تھے اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وقتاً فوقتاً بازار کا چکر لگاتے اور کوئی غلط کام دیکھتے تو فوراً متنبہ فرماتے اور اس کی اصلاح کرتے۔

مشہور واقعہ ہے جس کو امام مسلم نے حضرت ابوھریرہ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غرض سے بازار کا معائنہ فرمانے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک صاحب گندم فروخت کر رہے تھے۔ اور گندم کا ڈھیر سامنے لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گندم کے ڈھیر میں دست مبارک ڈالا تو نیچے سے گیلا گندم نکلا اور انگلیوں کو تری محسوس ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گندم والے، یہ کیا؟ ان

صاحب نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ بارش میں بھیگ گیا تھا، فرمایا، اس گیلے گندم کو اوپر کیوں نہیں رکھا؟ جواب دیا: یارسول اللہ! پھر کون خریدتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے، یاد رکھو! جو شخص اس طرح کی ہیرا پھیری یا دھوکا بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں۔(۱۰)

اس حدیث مبارک کی شرح کرتے ہوئے علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ "غش" (ہیرا پھری، دھوکا بازی، ملاوٹ) کے مفہوم میں یہ چیزیں بھی شامل ہیں۔

۱۔ سودا فروخت کرتے وقت اس کا عیب چھپانا
۲۔ جو سودا دکھایا وہ نہ دینا اور اس کی بجائے کوئی اور سودا دے دینا
۳۔ ہوٹلوں کے کھانوں میں عام معیار سے کم درجہ کا سامان استعمال کرنا
۴۔ کھوٹے سکے بنانا اور چلانے کی کوشش کرنا
۵۔ عطریات میں ملاوٹ کرنا
۶۔ کیمیاوی طریقوں سے مصنوعی سونا یا چاندی بنانا وغیرہ وغیرہ (۱۱)

مدینہ کی اسلامی ریاست میں، عام اخلاق کی نگہداشت اور اسلامی اقدار کی ترویج کے لئے کئی اقدامات کئے گئے۔ مدینہ کے دو حسین و جمیل نوجوانوں نصر بن الحجاج اور ابو ذئب کو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنا پر مدینہ سے شہر بدر کر دیا کہ شہر کی بعض نوجوان خواتین میں ان کے حسن وجمال اور مردانہ وجاہت کے چرچے ہونے لگے تھے اور خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ دونوں مل کر کوئی گل نہ کھلادیں (۱۲)

ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ دودھ میں پانی ملا کر فروخت کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور محتسب اعلیٰ فوراً کارروائی کی اور اس کا وہ سارا دودھ ضبط کر کے ضائع کر دیا (۱۳)

ایک بار ایک شخص نے آپ کی سرکاری مہر کا جعلی ٹھپّہ تیار کیا اور اس کی مدد سے فرضی حکم لے کر بیت المال سے کچھ رقم لے لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلسل تین روز تک اس شخص کو سو سو کوڑے لگوائے۔(۱۴)

لیکن ان سب اقدامات کے باوجود آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا کہ دوسری بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کام پر شاید پوری توجہ نہیں دے پائیں گے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بھی باقاعدہ محتسبین مقرر کر دیے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود الھذلی کو مدینہ (اور علیٰ ھذا پوری اسلامی ریاست) کا محتسب اعلیٰ اور حضرت سائب بن یزید کو نائب محتسب اعلیٰ مقرر فرمایا۔(۱۵)

صدر اسلام میں محتسبین کے اسماء گرامی:

یہاں اسلام کے ان نمایاں فقہا و صلحاء کے اسماء گرامی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے مختلف زمانوں اور مختلف علاقوں میں احتساب کی ذمہ داری سنبھالی۔ اس فہرست کے تقریباً نصف نام ایک سعودی مؤلف کی کتاب سے ماخوذ ہیں۔(۱۶)

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ مدینہ منورہ (عہد نبوی) ۳۔ حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ مدینہ منورہ (عہد فاروقی)
۲۔ حضرت سعید بن العاصؓ مکہ مکرمہ (عہد نبوی) ۴۔ حضرت سائب بن یزیدؓ مدینہ منورہ (عہد فاروقی)

۵- امام نافع بن عبد الرحمن (امام تجوید و قرآت)	بغداد	(عہد عباسی خلیفہ ہادی کے دور میں)
۶- قاضی عبد الجبار	بغداد	(عہد عباسی خلیفہ مہدی کے دور میں)
۷- قاضی ابراھیم بن محمد بن علی بن بطحا التمیمی	بغداد	(عہد عباسی قاہر باللہ کے دور میں)
۸- ابو سعید الاصطخری	بغداد	(عہد عباسی قاہر باللہ کے دور میں)
۹- ابو جعفر بن الخرقی	بغداد	(عہد عباسی مقتدی بامر اللہ کے دور میں)
۱۰- قاضی ابو القاسم الزینبی	بغداد	(عہد مسترشد باللہ کے دور میں)
۱۱- قاضی محی الدین محمد بن فضلان	بغداد	(عہد ناصر الدین اللہ کے دور میں)
۱۲- قاضی ضیاء الدین سنامی	دہلی	(عہد تغلق)
۱۳- میر زاہد ہروی	دہلی	(عہد اورنگزیب)

ریاست کی آمدنی کے ذرائع اور احتساب:

ریاست کی آمدنی کے ذرائع مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- عشر، ۲- خراج، ۳- جزیہ، ۴- زکوٰۃ، ۵- صدقات، ۶- فئی، ۷- خمس،
۸- ضرائب، ۹- کراء الارض، ۱۰- عشور، ۱۱- وقف، ۱۲- اموالِ فاضلہ

مسلمانوں کی مملوکہ اراضی کے ایک بڑے حصہ کی سالانہ مال گزاری "عشر کہلاتی ہے۔ اور ذمیوں کی اراضی کی سالانہ مال گزاری کا نام "خراج" ہے۔ اسی طرح سرکاری اراضی کی آمدنی "کراء الارض" (لگان) کے نام سے موسوم ہے اور مسلمانوں کے اموال نقود، اموال تجارت اور بہائم (جانوروں) کے ریوڑ پر عائد شدہ مقررہ ٹیکس کو "زکوٰہ" اور غیر مقررہ کو "صدقات" کہا جاتا ہے۔ اور ذمیوں پر سالانہ مقررہ ٹیکس کو "جزیہ" کہتے ہیں۔ اور بغیر جنگ کے حاصل شدہ مال غنیمت کو "فئی" کہا جاتا ہے۔ اور جنگ کے ذریعے حاصل شدہ مال، مالِ غنیمت کا مقرر حصہ، معدنیات اور "رکاز" (پوشیدہ خزانہ) کی مقررہ رقم "خمس" کے عنوان سے معنون ہے۔ مستامن حربی (پناہ گاہ فریق جنگ) یا ذمی یا مسلمان کے اموالِ تجارت کی درآمد و برآمد کے محصول (ڈیوٹی) کو "عشور" کہتے ہیں۔ رفاہ عامہ اور وقتی ضروریات کے لئے عائد شدہ ٹیکسوں کا نام "ضرائب" ہے۔ سرکاری معدنیات اور متفرق آمدنی کو "اموال فاضلہ" کہا جاتا ہے۔ اور مذہبی اوقاف کی آمدنی "وقف" سے موسوم ہے۔ (۱۷)

ارتکاز دولت میں احتسابی عمل:

جب سمگلنگ، کالے دھن، سود اور حرام و ممنوع اشیاء کی خرید و فروخت کے ذریعہ سے ارتکاز دولت ہو تو احتسابی عمل کے ذریعہ سے مال ضبط کیا جا سکتا ہے مثلاً ایک ذمی نے اہل ذمہ سے کئے ہوئے معاہدہ کی شرائط کے خلاف ورزی کرتے ہوئے شراب کی تجارت کی تو حضرت عمرؓ نے اس کے سارے مویشی ضبط کر لینے کا حکم دے دیا:
حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ سواد کے ایک آدمی نے شراب کی تجارت کر کے خوب دولت کمائی ہے تو آپ نے لکھ بھیجا کہ اس کا جو سامان تمہارے ہاتھ لگے اس کو توڑ ڈالو اور اس کے سارے مویشی (ضبط) کر کے ہنکا لاؤ اور کوئی آدمی

اسے کسی طرح کی پناہ نہ دے (۱۸) حضرت عمر کے حکم سے ایک مسلمان کا گھر اس لئے جلا دیا گیا تھا کہ اس میں شراب کی دوکان تھی۔

عن ابن عمر قال وجد عمر فی بیت رجل من ثقیف شراباً فامر بۃ فاحرق و کان یقال له رویشد فقال انت فویسق (۱۹)

ترجمہ: "ابن عمر راوی ہیں کہ حضرت عمر نے ثقیف کے ایک آدمی کے گھر میں شراب پائی تو آپ کے حکم سے اس کا گھر جلا دیا گیا۔ اس آدمی کا نام رویشد (یعنی نیک) تھا تو آپ نے کہا کہ تو فویسق (برا) ہے" اس بنا پر ابن تیمیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ "جو مسلمان شراب کی تجارت کرے اس کی دوکان میں آگ لگا دی جائے" (۲۰) اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک بستی کو جلا دیا تھا۔ کیونکہ اس میں اہل ذمہ، معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، شراب کا کاروبار کرتے تھے۔ (۲۱) "فقہ" میں احتکار سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص "غلہ" وغیرہ کو بہت بڑی مقدار میں اس لئے خریدے کہ بازار گراں ہو جائے اور پبلک میں اس چیز کی مانگ کا "مرکز" صرف وہی بن جائے اور پبلک اس کے مقررہ نرخ پر مجبور ہو جائے۔ (۲۲)

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احتکر فهو خاطیٔ وفی رایته الحتکر ملعون (۲۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احتکار کرنے والا خطا کار ہے اور ایک جگہ فرمایا کہ اس پر خدا کی پھٹکار ہے"۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ......... بعض شدید معاشی جرائم کی سزا میں بھی مال تلف کیا جا سکتا ہے۔ اور.........

مسلمانوں کی ملکیت میں شراب یا خنزیر برآمد ہو یا ایسے بت جن کی پرستش کی جاتی ہو تو ان کو تلف کر دیا جائے گا۔ (۲۴)

حواشی

(۱) "بخاری محمد بن اسماعیل"، "صحیح بخاری" "کتاب الاحکام، باب من استرعی رعیہ فلم ینصح، دار ابن کثیر دمشق ۱۹۸۷ء (۲) "مسند ابی عوانہ" ج ۱، ص ۳۲، دائرہ المعارف۔ حیدر آباد ۱۳۶۲ھ (۳) "امام ترمذی"، "جامع ترمذی"، ابواب الفرائض، باب ماجاء فی میراث المال (۴) "امام ترمذی"، "جامع ترمذی" ابواب النکاح، تاب ماجاء الا نکاح الا بولی (۵) ابو عبید، "کتاب الاموال" ص ۲۶۴۔ (۶) ابن جوزی، "سیرت عمر بن خطاب" ص ۴۷ (۷) محمد ابن سعد طبری"، ص ۳۰۵ (۸) امام غزالی، "احیاء علوم الدین، ج ۲۔ ص ۳۰۳ طبع قاھرہ (۹) الماوردی، "الاحکام السطانیہ" ص ۲۴۰ طبع قاھرہ ۱۹۶۶ء ابو یعلیٰ، "الاحکام السلطانیہ" ص ۲۸۴ طبع قاھرہ ۱۹۶۲ء (۱۰) امام مسلم، "صحیح مسلم" ج ۲، ص ۱۰۹ (۱۱) امام ابن تیمیہ، "الحسبہ فی الاسلام" ص ۱۱۔ ۱۲ طبع بمطبعتہ المویدو علی نفقتھا، مصر (۱۲) شبلی نعمانی، "الفاروق" ج ۲، ص ۲۶۸ (۱۳) امام ابن تیمیہ، "الحسبتہ فی الاسلام" ص ۴۳۔ طبع بمطبعتہ المویدو علی نفقتھا، مصر (۱۴) امام ابن تیمیہ، "الحسبتہ فی الاسلام" ص ۳۹، طبع بمطبعتہ المویدو علی نفقتھا، مصر۔ (۱۵) "الاستیعاب" لابن عبدالبر، ج ۲، ص ۵۷۶ (۱۶) "نظام الحسبتہ فی الاسلام" ص ۲۹ تا ۵۲۔ الطبع ریاض Z، بغیر تاریخ۔ (۱۷) حفظ الرحمن سیوہاروی، "اسلام کا اقتصادی نظام"، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۴ء ص ۱۰۸-۱۰۹ (۱۸) ابو عبید، "کتاب الاموال" ص ۹۲-۱۰۲۔ (۱۹) ابو عبید، "کتاب الاموال" ص ۹۶ (۲۰) "ابن تیمیہ"، "الحسبتہ فی الاسلام" ص ۴۳ (۲۱) "ابو عبید"، "کتاب الاموال"، ص ۹۶ (۲۲) شوکانی۔ "نیل الاوطار" ج ۲، ص ۱۸۱ (۲۳) طیبی۔ "شرح مشکوٰہ"، "کتاب البیوع، (۲۴) ابن تیمیہ، "الحسبتہ فی الاسلام" ص ۴۳.....۴۷

انجینئیر ابو انیس فاروقی

نبوت و رسالت

نبی اور رسول میں خود ساختہ فرق

اور دیگر موضوعہ اصناف

زیرِ نظر تحریر میں محترم مقالہ نگار نے نہایت اہم موضوع پر علمی حوالے سے منفرد تحقیق پیش کی ہے۔ اور نبی و رسول میں فرق کے مروجہ مفہوم سے اختلاف کیا ہے۔ اہل علم اس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہیں تو نقیب کے صفحات حاضر ہیں۔ (مدیر)

نبوت اور نبی کی لغوی و قرآنی وضاحت کے بعد نبوت و رسالت کے خود ساختہ فرق پر بھی اظہار خیال ضروری ہے اس لیے کہ اسلام کے لبادہ میں چھپے مدعی نبوت کے اصحاب و اخلاف کے یہاں نبی و رسول کی دو مختلف حیثیتیں بیان کی جاتی ہیں مزعومہ فرق کے ذریعے ایک سادہ لوح عام مسلمان کو امینِ وحدت اور نقیب اتحاد ایسے اساسی نظریے یعنی ختمِ نبوت سے برگشتہ کرنے کی مساعی کی جاتی ہیں آگے بڑھنے سے پہلے ضروری ہے کہ رسول کا مفہوم بھی مختصر واضح ہو جائے تاکہ بات سمجھنے میں مزید مدد مل سکے قرآن مجید میں نبی کے ساتھ ساتھ رسول کا لفظ بھی کثرت سے استعمال ہوا ہے یہ کلمہ سہ حرفی مادے ر س ل سے بنا ہے اور اسی مادے سے اور بھی بہت سے افعال و اسماء معرض

رسول لغوی وضاحت

وجود میں آئے ہیں مثلاً......رِسل.... علی رسلک..... یعنی نرمی..... تحمل.....سکون اور اطمنیان کے ساتھ چلنا.....انگریزی زبان میں اس کے لیے اگر مناسب لفظ ہے تو وہ "Gently" ہے۔ لغات کی کتب میں تفہیم کی غرض سے کئی مثالیں بھی دی گئی ہیں ابل مراسیل سبک رفتار اونٹوں کو کہا جاتا ہے اس قسم کے اشتقاقات (Derivatives) کو پیش نظر رکھا جائے تو کلام عرب میں رسول روانہ ہونے اور چل پڑنے والے کیلئے استعمال ہوا ہے مگر جب یہی کلمہ ال کے ساتھ معرّف ہو گا تو اصطلاح خاص کی شکل اختیار کر جائے گا **الرسول** یعنی ایسا شخص جو اللہ کی طرف سے انسانوں کیلئے مبعوث ہو اور وہ اپنے مفوضہ مشن پر اطمنیان و سکون کے ساتھ رواں دواں رہے۔ سہ حرفی مادے کی جملہ اساسی خصوصیات شامل کی جائیں تو بھیجنے والے کی طرف سے.... مسلسل..... دھیرے دھیرے..... اور..... انتہائی نرم خوئی کے ساتھ انسانوں تک پیغام پہنچانے والا رسول کہلایا....... یعنی **قولواللناس حسنا** کی کامل عملی تفسیر ہوا۔ جو کچھ انسانوں کی منفعت وفلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے رسول کچھ بھی کم کئے بغیر پہنچا دیتا ہے۔

نبوت و رسالت ایک ہی ھستی کے دو مناصب

نبی و رسول میں اگرچہ لفظی ساخت اور لغوی مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے لیکن دونوں اصطلاحات اپنی معنویت و مقصدیت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و متعلق ہیں نبوت و رسالت دونوں ایک ہی ہستی کے دو مناصب ہیں۔ نبی (مقام بلند پر فائز انسان) کو جو وحی ملتی ہے وہ اسے بتمام

وکمال امت کے افراد تک پہنچا دیتا ہے...... پہنچا دینے کا یہ عمل بھی رسالت کہلاتا ہے گویا دونوں جہتیں لازم ملزوم ہونے کے باوصف ایک انسانِ کامل کے ساتھ وابستہ ہیں نبوت، رسالت کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی اور رسالت کا مقصد نبوت کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا اسی لئے نبی ہی کو رسول کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر روحی بعلبکی نے رسول..... " رسیل.... مرسال..... رسالہ..... نبی..... مبعوث..... کو مترادف قرار دیا ہے۔ (المورد کالم نمبر ا صفحہ ۵۸۵)

پیغام وحی و نبوت پہنچانے کے لئے رسول کو ارشاد ہوتا ہے **یا ایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من ربک** اے رسول (علیہ الصلوۃ والسلام) جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا اسے پہنچا دیجئے.......
فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ پھر اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے فریضہ رسالت پورا نہ کیا (المائدہ ۶۷)۔ آئندہ وضاحت ہو گی کہ یہ فریضہ ایک رسول محض ابلاغ کی حد تک پورا کرتا ہے یا اسے عملی طور پر بھی متشکل کرتا ہے۔

اکثر علماء کے ساتھ بھی گفتگو کے دوران اس قسم کا وضعی فرق سننے میں آتا ہے کہ رسول تو صاحب شریعت و کتاب ہوتا ہے جب کہ نبی کی حیثیت دوسرے رسول پر نازل شدہ شریعت و کتاب کے مبلغ و پرچار کی ہوتی ہے اس قسم کی مباحث سے یہ حضرات لاشعوری طور پر ملی وحدت اور قومی اتحاد کے ضامن اساسی نظریے (ختم نبوت) کو مسخ کر رہے ہوتے ہیں...... نبوت و رسالت سے متعلق عجمی مفسروں کی غلط تعبیر کی بدولت غالباً انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کا مقالہ نگار بھی اپنے اوسان خطا کر بیٹھا اور وہ بھی اس موضوعہ فرق کی تائید میں یوں رقمطراز ہوا:

یورپی مستشرق کی غلط فہمی

The Koran distinguishes two kinds of Prophets: the *nabiyun*, of whom there were many, and the apostles, of whom, besides Mohammad there were eight Only (including the biblical Noah, Lot, Ishmael, Moses and Jesus). Page638

قرآن پیغمبروں (prophets) کی دو اقسام میں فرق کرتا ہے۔ نبیوں، جن کی تعداد بہت زیادہ تھی اور "رسل" جن کی تعداد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سمیت صرف آٹھ تھی (جن میں بائیبل کے بیان کردہ نوح، لوط، اسماعیل، موسیٰ و عیسیٰ شامل ہیں) نبی اور رسول کے درمیان فرق کو یوں نمایاں کرتا ہے۔:

"The apsostle (rasul) is not merely an inspired speaker but a law giver who brings a heavenly book." Page 638

رسول نہ صرف ملہم مبلغ ہوتا ہے بلکہ قانون دہندہ (صاحب شریعت) ہوتا ہے جو (اپنے ساتھ) آسمانی کتاب (بھی) لاتا ہے۔

قرآن اور نبوت ورسالت

ویسے تو قرآن مجید کی کئی آیات بینات سے اس قسم کے خود ساختہ فرق کا بطلان ہوتا ہے لیکن طوالت سے بچنے کے لئے چند ایک مقامات بطور حوالہ پیش ہیں اس مقالہ کے آغاز میں ایک آیتہ کریمہ لکھی تھی فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرہ:۲۱۲)

(ایک دور تھا) انسان امت واحدہ تھے (جب وحدت کی مالا ٹوٹ کر بکھری) تو اللہ نے نبیون کو بطور مبشر و منذر مبعوث کیا اور ان (میں سے ہر ایک) پرحق پر مبنی الکتاب نازل کی تا کہ ان (لوگوں) کے درمیان (پیدا ہونے والے) اختلافات کے بارے میں وہ فیصل و حکم کا کردار ادا کرے........

اسی قسم کے مضمون پر مشتمل دوسری آیہ کریمہ ملاحظہ ہو جہاں خلاقِ عالم نے "رسل" کا لفظ استعمال فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (الحدید: 25)

ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا اور ان (میں سے ہر ایک) پر الکتاب والمیزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

پہلی محولہ آیتہ کریمہ میں النبیین (جو حالت نصبی میں نبی کی جمع ہے) کا کلمہ استعمال ہوا یہاں پر نبی کو صاحب کتاب کہا گیا ہے اگر ایسی تاویل کو بھی پیش نظر رکھ لیا جائے کہ ہر رسول، نبی تو ہوتا ہے مگر ہر نبی، رسول نہیں ہوتا تب بھی یہاں النبیین کے بجائے الرسل کا آنا ضروری تھا اس لئے کہ بزعم یارانِ دروغ، نبی صاحب شریعت و کتاب نہیں ہوتا۔

احباب فکر و شعور کی اطلاع کے لئے عرض ہے قرآن کریم کی سورہ حدید کی محولہ آیہ کریمہ میں تقریباً وہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو آیہ کریمہ 2/212 میں وارد ہوئے ہیں اور دونوں آیات کا ایک ساتھ مطالعہ کیا جائے تو نبی و رسول کا فرق سرے سے ہی غلط ہو جاتا ہے۔

سورہ کا جلی عنوان "الانبیاء" مگر تذکرہ رسل کا

قرآن مجید کے اندر الانبیاء کے عنوان سے 113 طویل و مختصر آیات پر مشتمل ایک مکمل سورہ ہے جس میں ایسے انبیاء کا ذکر ہے جو تمام کے تمام صاحب کتاب و شریعت ہیں حیرت ہے عنوان تو الانبیاء (نبی کی جمع) ہو مگر تذکرہ صاحب کتاب رسل کا..... جہاں سے رسولوں کا فرداً فرداً تفصیلی ذکر شروع ہوتا ہے اس کا آغاز ملاحظہ ہو۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ... (الانبیاء: ۴۱)

یقیناً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قبل رسولوں سے استہزاء ہوا...... اسی آیہ کریمہ کے بعد رسولوں کا ذکر شروع ہو رہا ہے ...... کیا یہ اس امر پر واضح دلیل نہیں کہ معنویت و مقصدیت کے حوالے سے انبیاء و رسل میں فرق کرنا کم علمی و جہالت پر مبنی ہے۔

ایک مدعی نبوت کے اصحاب و اخلاف اگر اس قسم کے خود ساختہ فرق کے ذریعے ایک نبی کو کسی رسول کی شریعت کے ماتحت و مطیع بنانا چاہتے ہیں تو یہ محض ان کا پندار نفس ہو گا حقیقت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں حیرت کی بات ہے کہ بائبلی تصورات کی قرآنی مصطلحات پر ملمع کاری کر کے اس عظیم منصب کی اہمیت و حیثیت کو پائمال کرنا چاہتے ہیں صرف اس لئے کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی طور ایک شخص کو عبائے نبوت پہنا دی جائے۔

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

نبی مطاع ہوتا ہے تابع نہیں

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء : ۶۴)
ہم نے جو بھی رسول بھیجا اس لئے کہ باذن اللہ اس کی اطاعت کی جائے۔

یہ آیہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر رسول و نبی صاحب شریعت و کتاب ہونے کے ناطے سے مطاع ہوتا ہے نہ کہ مطیع...... اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی ادعائے نبوت ورسالت کرتا ہے تو گویا وہ مطاع ہونے کا دعویدار ہے۔ انبیائے سابقہ تمام کے تمام اپنے اپنے زماں ومکاں میں مطاع رہے ہیں مطیع ہرگز نہیں۔ آیہ 4/64 نے بائبل کے "ماتحتی نبوت" کے تصور کا قطعی بطلان کر دیا اور اس کی تائید میں تمام متصوفانہ وفلسفیانہ عقائد کی تغلیط کر دی ایک رسول و نبی کسی دوسرے رسول و نبی کا ہرگز ماتحت نہیں ہوتا اب تا قیام قیامت اگر کوئی مطاع ہے تو وہ صرف محمد علیہ الصلوہ والسلام ہی ہیں یہ آیہ کریمہ..........

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء : ۵۹) پھر اگر تمہارے درمیان تنازعہ پیدا ہو جائے تو اس متنازعہ فیہ معاملے کو اللہ اور رسول کی طرف لے جاؤ...... آپ کے مطاع ہونے پر برہان قاطع ہے۔

انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار کی غلطی کا جواب

رہی بات انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار کی...... وہ بے چارہ تو عجمی تعبیروں کا شکار ہوا اگر اس نے خود قرآن کے نظریہ نبوت ورسالت کا مطالعہ کیا ہوتا تو اتنی بڑی کتاب میں اس قسم کا واھی مقالہ شائع نہ ہوتا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہمارا یہ مضمون اس کی نظر سے شاید گزرے مگر اس کا مقالہ پڑھنے والوں کے لئے عرض کرنا ضروری ہے کہ قرآن نے آٹھ سے کہیں زیادہ رسولوں کا نام بتایا ہے نوح علیہ السلام کے بعد آنے والے پیغمبروں کا من جملہ تذکرہ کرتے ہوئے قرآن فرماتا ہے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ (یونس: ۷۴)

پھر ہم نے اس (نوح علیہ السلام) کے بعد اپنی اپنی قوم کی طرف (کئی) رسول بھیجے جو اپنے ساتھ واضح دلائل لے آئے۔ سورہ یونس کے جس مقام پر یہ آیہ آئی ہے اس کے بعد ھی (10/75 میں) موسیٰ وھارون علیہما السلام کا ذکر ہوتا ہے یعنی نوح علیہ السلام کے بعد اور موسیٰ و ہارون علیہما السلام سے پہلے جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے وہ تمام کے تمام رسول ھی تھے ظاہر ہے ان کی تعداد آٹھ تو نہیں ہو سکتی خود بائبل سے اس عرصے کے درمیان ان رسولوں کے نام اور تعداد معلوم کر لی جائے تو مقالہ نگار کی بات از خود غلط ہو جاتی ہے۔ مقالہ نگار نے اس قسم کی غیر متحقق بات قرآن سے منسوب کی ہے لیکن قرآن سے اس کی تائید میں ایک بھی آیہ بطور دلیل نہیں ملتی۔

"ماتحتی نبوت" کا شاخسانہ

"ماتحتی نبوت" کی اختراع کا پس منظر بڑا طویل ہے لیکن کوشش کی جائے گی کہ بالاختصار سمیٹا جائے "مقام نبوت" کو اہل عجم نے جس سفا کی سے اپنے نظریات وافکار کے ذریعے آلودہ اور تقدس نا آشنا بنا دیا اس پر جس قدر احتجاج کیا جائے کم ہے۔ کائناتی شعور ایسی صفات کا حامل یہ منصب، آوارہ و بے ہنگم خیالات و معتقدات کی بھینٹ چڑھ گیا۔ جب تک نبوت و رسالت کی قرآنی تعبیر اور الٰہی تاویل سمجھ میں نہیں آجاتی اس وقت تک "قصرِ نبوت" میں چنی جانے والی آخری اینٹ "ختم نبوت" کا احترام و تقدس سازشیوں اور سبائیوں کے ہاتھوں پامال رہے گا۔

فلسفہ اور تصوف کی مبہم اصطلاحات کا سہارا لیکر، "نبوت و رسالت" ایسی بنیادی و اساسی اور غیر متبدل و متغیر اصطلاح کو عجمی اصناف میں بدل دیا گیا جس کے نتیجے میں، "ماتحتی نبوت" کا تصور سامنے آیا...... علماء حضرات سے دست بستہ گزارش ہے کہ سطور ذیل کو جذبات سے نہیں غور و فکر سے پڑھیں کائنات کے اعلیٰ وارفع منصب کی یگانگت و یکتائیت کو ذیلی موضوعہ اصناف کے ذریعے پورے اہتمام اور منصوبہ بند پروگرام کے تحت تباہ و برباد کیا گیا ہے۔

سوچو تو سہی ایک شخص "وحی رسالت" کی پاکیزہ و مقدس چادر کو چاروناچار کھینچ کر اپنے وجود نامسعود پر کیوں کر ڈالنا چاہتا ہے؟ اس کے بتدریج دعویٰ نبوت کا یہ نقطہ عروج کیوں آیا؟.... نام نہاد نبوت کے سفر کا آغاز "کشف والہام" سے ہوتا ہے مسلمانوں کے عوام و خواص کو اپنے "بیچ میں پھنسانے" کی یہی ایک شاطرانہ ترکیب تھی۔ جو فلاسفہ کی فکری و شعوری کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ اس قسم کی اصطلاحات کو فلسفہ عجم نے "وحی ولایت" کا نام دیا اور تصوف کے جلی عنوان کے تحت سجا کر اسلامیان عالم کے اذہان وقلوب میں اتارا گیا ان اصطلاحات کے سیل بے ھنگم نے آخر کار "قصر نبوت" کی مضبوط و مستحکم دیواروں کو جا چھوا۔ جب نبی کی اصطلاح معنویت و مقصدیت کے حوالے سے رسول سے جدا ہوئی تو اہل ولایت نے بھی اپنے تئیں "بروزی نبی" سمجھ لیا اور "اولیاء" کے ایک خاص گروہ نے ولایت کو عارضی نبوت

نبوت و رسالت اور افکار عجم

کا درجہ دے دیا۔ ساتھ ہی محدثیت (اللہ سے براہ راست ہمکلامی) کا بھی دعویٰ کر دیا مگر ہمارے بزرگ شاید اس کے تاریخی پس منظر کو بھول بیٹھے یا عملاً اس معاملے کی تحقیق و تفتیش سے گریزاں رہے۔ ابن سبا کی ذریت نے ایک ہی صنف کو ولایت و امامت کا جدا جدا عنوان دے کر تسنن و تشیع میں متعارف کروا دیا اور ان کا وصی ایک فرد کو قرار دے کر دونوں اصناف کو نبوت سے برتر و اعلیٰ بتا دیا اس لئے کہ نبوت، ظاہری شریعت کا نام ہے۔ ان کے نزدیک "ختم نبوت" کوئی شرف و اعزاز نہیں بلکہ تذلل و اسقام ہے ان کے یہاں جاری رہنے والی صنف یعنی ولایت و امامت ہی قابل احترام و اکرام ہے جس کیلئے صفت (یعنی ولایت جو باری تعالیٰ کے صفاتی نام "ولی" کی نسبت سے دوامی ہے) اور منصب (یعنی نبوت........ ظاہری شریعت جو اللہ کی کسی صفت سے نسبت نہ رکھنے کے باوصف منقطع اور ختم ہونے والی ہے) کے درمیان ناقابل فہم تقابل کھڑا کر کے اول الذکر کو برتر اور آخر الذکر فروتر بنا دیا گیا..... کچھ بات آپ کے پلے پڑی؟

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

تفضیل ولایت و امامت

تسنن (اہل سنت) کے یہاں الولایہ افضل من النبوہ اور تشیع (شیعہ حضرات) کے یہاں الامامہ افضل من النبوہ ایسے کلمات کا تعارف اور جملہ بازیاں اس بات پر غماز ہیں طرفہ تماشہ یہ کہ ماننے والوں نے اپنی اپنی جگہ بلا سمجھے ان جملوں کی ایسی تاویلات و تعبیرات پیش کیں کہ العذر اقبح من الذنب..... عذر گناہ بد تراز گناہ........ والی صورت حال سامنے آ گئی۔

نبوت وولایت کا خود ساختہ تاریخی پس منظر

ذرا تاریخی پس منظر ملاحظہ ہو اگرچہ یہ داستان طویل ہے مگر دو حوالوں پر اکتفا کر کے ارباب فکر و دانش کی توجہ مبذول کراؤں گا۔

''جس طرح حضرت ابراہیم کا ظہور شام میں ہوا آپ اپنے زمانے کے مستقر امام بھی تھے یعنی ظاہری شریعت کے علاوہ علم باطن کے بھی مالک تھے آپ کی ذریت میں مستقر اماموں کا سلسلہ عبدالمطلب تک پہنچا ان کے دو فرزند ہوئے ایک حضرت عبداللہ جنہیں عبدالمطلب نے ظاہری دعوت کا صدر بنایا اور دوسرے ابو طالب جنہیں باطنی دعوت کا رئیس مقرر کیا حضرت عبداللہ کے قائم مقام حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابو طالب کے جانشین حضرت علی ہوئے یعنی ہر بیٹے کو اپنے باپ کی وراثت ملی اس وجہ سے حضرت رسول خدا صلعم شریعت ظاہری کے مالک اور حضرت علیؓ دعوت باطنی کے صدر قرار پائے حضرت علیؓ کی نسل سے قیامت تک ائمہ ہوں گے آخری امام قائم القیامہ ہوگا جو دور کشف کا پہلا امام ہوگا اس کے بعد پھر دورِ فترت ہوگا اور اس کے بعد دور ستر واقع ہوگا جب تک کہ جسمانی عالم کے تمام گناہ گار نفوس نجات نہ پائیں''

تاریخ فاطمیین مصر جلد دوم صفحہ 207 مولفہ ڈاکٹر زاہد علی۔

مذکورہ عبارت کے ایک ایک لفظ پر تفکر و تعمق کے بعد بتائیں امامت کے مقابلے میں نبوت (جسے ظاہری شریعت کا نام دیا گیا ہے) کی کچھ بھی وقعت و حیثیت ہے؟ کیا ان سطور میں مضمر یہ پیغام نہیں کہ نبوت اپنے مقاصد میں ناکام رہی ایک آخرالزماں، گناہ گاروں کا نجات دھندہ ہوگا۔... معاً یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مورث سے صرف ظاہری شریعت ملی نہ کہ ولایت..... اور یہ فطری تقسیم ہے........ یہ اہم نکتہ ذھن میں رہے۔... آگے چل کر معلوم ہوگا کہ باطنی متصوفین، جن کے معتقدات و نظریات کی بنیاد مؤولین و بواطن کی مخترعات پر استوار ہوئی ہے، نے محض رسماً محمد (علیہ السلام) کو نبی کے ساتھ ولی بھی بنادیا تاکہ مقام ولایت کی نبوت پر فوقیت کا بہانہ بن سکے اور یوں تا قیامت بروزی نبیوں کا لامتناہی سلسلہ جاری رہے۔.... تاویل و باطنیت کی کھوہ میں چھپے ان حضرات کے یہ معتقدات بھی ملاحظہ ہوں

امام، مُبدِّل و مُتمِّم شریعت

''بے شک ساتویں امام (یعنی محمد بن اسمعیل) میں اہل معرفت و عقل کیلئے مبدل شریعت ہیں داعی ابراھیم بن الحسین الحامدی (متوفی 557) نے ظہور کے آخری زمانے یعنی امام آمر کے عہد میں موجود تھے اپنی مہتم بالشان کتاب کنزالولد میں کہتے ہیں کہ محمد بن اسمعیل شریعت محمدی کو تمام کرنے والے ہیں اور وہ ساتویں رسول ہیں۔

حقیقت ہے جب نبوت ایسی پاکیزہ و مصفیٰ اور اعلیٰ و ارفع اصطلاح قرآنی روح و مزاج کے برعکس عجمی اندیشوں کی نذر ہوئی تو اسلامیان عالم کا ملی اثاثہ اپنے مرکز سمیت کہیں اتھاہ گہرائیوں میں گم ہو کر رہ گیا۔

ایک نظر ادھر بھی علامہ محمود آلوسی کی مشہور تصنیف روح المعانی میں لکھا ہے

"ان النبوه عامه خاصه والتی لا ذوق لھم فیھا ھی الخاصه اعنی نبوه التشریع وھی مقام خاص فی الولایه واما النبوه فھی مستمره ساریه فی اکابرالرجال غیرمنقطعه دینا و اخریٰ

(بحوالہ بیان القرآن مولفہ محمد علی جلد اول ص ۳۶۲)

نبوت اور موضوعہ ذیلی اصناف

یعنی نبوت کی دو اصناف ہیں ایک عام اور دوسری خاص وہ جس میں امت کے افراد کے لئے کوئی ذوق نہیں وہ نبوت خاصہ ہے.....یعنی تشریعی نبوت....اور وہ ولایت میں مقام خاص ہے جہاں تک (ایسی) نبوت کا تعلق ہے اکابرین امت میں بلا انقطاع تا قیامت جاری رہے گا دنیا و آخرت سب اس قسم کی نبوت غیر منقطع ہے۔

مذکورہ عبارت میں وہ تمام اصناف بین السطور موجود ہیں جو نقیض نبوت و رسالت کے طور پر سامنے آئیں یعنی عامہ و خاصہ....... نبوت عارضہ و نامہ نبوت...... تشریعی وغیرہ شرعی نبوت....... وغیرہ ان کے نتیجے میں وحی ولایت خم ٹھونک وحی رسالت کے مقابلے میں آئی ہمارے یہاں ایسے مکتوبات و ملفوظات بھی مطبوعہ شکل میں دستیاب ہیں جن میں ذکر ہے کہ مزید جب کسی کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے جاتا ہے تو اس سے کلمہ طیبہ معلومہ و معروفہ (یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑھوانے سے بجائے مرشد اپنے نام کا کلمہ پڑھواتا ہے مثلاً "حضرت شیخ یوسف چشتی کے پاس ایک شخص حلقہ ارادت میں شامل ہونے کی غرض سے آیا تو شیخ نے اسے کلمہ پڑھنے کو کہا اس

الکلمتہ الطیبہ یا کلمتہ الیشخ

نے لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ دیا شیخ نے اسے کہا اس طرح پڑھو لا الہ الااللہ چشتی رسول اللہ" (تلخیص از فیض الکریم سلسلہ تصوف نمبر 146 مولفہ حاجی عبدالکریم حنفی نقشبندی) سر خیل صوفیا شیخ اکبر محی الدین محمد بن علی العاتمی الاندلسی الدمشقی معروف بہ ابن عربی نے

ایسا کیوں؟

فصوص الحکم کے جزو دوم فص شیثیہ میں بھی یہ جملہ لکھا ہے **الولایہ افضل من النبوہ** یعنی ولایت نبوت سے افضل ہے ابن عربی نے یہ الفاظ بطور اصول لکھے ہیں آپ نے اس پر جو وضاحت مہیا فرمائی ہے ارباب ذوق متعلقہ فص کا مطالعہ فرمائیں تاہم راقم الحرف نے اسکا تاریخی پس منظر عرض کر دیا ہے ہمارے علما نے شرحیں لکھ کر اس کے اعتباری ہونے پر دلائل کے انبار لگا دیے مثلاً فصوص الحکم کا اردو ترجمہ (یا شرح) جو میرے پاس موجود ہے اس میں مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی نے شیخ کے اس طرح کے کلمات و جمل پر ایسی تعبیریں اور تاویلیں مہیا کی ہیں کہ قاری ورطہ حیرت میں پڑ جاتا ہے جس فص میں مذکورہ عبارت ابن عربی کے قلم سے رقم ہوئی ہے مترجم (صدیقی صاحب) نے اس کے ابتدائیہ میں یہ جملے بطور تمہید لکھے ہیں:

فصوص الحکم اور شارح

"فقیر مترجم قارئین سے عرض کرتا ہے کہ اس مقام میں شیخ عربی نے جو مسائل بیان کئے ہیں کچھ ایسے انداز سے ہیں کہ لوگ یا تو غلط طور پر مان کر ورطہ جہالت میں پڑ جاتے ہیں یا ان امور کا مصداق خود کو ظاہر کر کے لوگوں کو خصیص ضلالت میں گرا دیتے ہیں یا شیخ پر زبان طعن و تشنیع کھول کر خود اپنا نقصان کر لیتے ہیں بہر حال یہ بڑا پریشان کن مقام ہے فصوص کے اس مقام کا ترجمہ کرنے سے پہلے چند تحقیقات لکھ دیتا ہوں اور بعض الفاظ و اصطلاحات کی تشریح بھی ضروری ہے (فصوص الحکم) (اردو) صفحہ 23 مترجم عبدالقدیر صدیقی مطبع نذیر سنز پبلشرز لاہور

قرآنی آیات کی تاویل ممکن ہے مگر شیخ اکبر کے قول کی تاویل ممکن نہیں

مگر ٹھہریئے مترجم نے کتاب کا مقدمہ لکھتے ہوئے جو کچھ فرمایا وہ پہلے ملاحظہ ہو:

"شارحین اس کتاب سے ایسے مرعوب ہیں کہ

آیات کی تاویل کرتے ہیں مگر شیخ کے قول کی تاویل نہیں کرتے۔

مقدمہ صفحہ 10

پھر طریق ترجمہ و شرح کے عنوان کے تحت یوں رقمطراز ہیں

ایک اور حوالہ

لوگوں کو شیخ کی طرزِ تحریر سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے بڑی بڑی غلط فہمیاں ہو رہی ہیں۔ بعض ان کو قطبِ معرفت سمجھتے ہیں اور قرآن شریف کی آیتوں کی تاویل کرتے ہیں مگر شیخ کے اقوال کی تاویل نہیں کرتے۔

"یہ الفاظ خود مکتفی ہیں اس پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں مگر حیرت ہے اس قدر اعتماد و وثوق کے باوجود شیخ کے فرمودات ورشحات پر آپ نے پوری کتاب میں تقریباً ہر مقام کو تاویل و تعبیر کی خراد پر ایسے چڑھایا کہ مدعی سست

مگر پھر بھی تاویل و تعبیر

گواہ چست کی کیفیت نکھر کر سامنے آگئی مثال کے طور پر شیخ کا موقف ہے کہ "ذبیح اللہ" حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں اس پر صدیقی صاحب کا تبصرہ (تاویل) تعبیر ملاحظہ ہو:

ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام

"شیخ نے بربنائے شہرت ملک اندلس لکھ دیا کہ اسحٰق علیہ السلام ذبیح اللہ ہیں کیونکہ اس فص میں شیخ کا مقصود خواب کا تعبیر طلب ہونا ہے نہ کہ اس امر کی تحقیق کہ اسماعیل علیہ السلام واسحٰق علیہ السلام میں سے کون ذبیح اللہ ہیں" (ایضاً صفحہ ۱۰۲ سطر ۱۰ تا ۱۲)

آپ فرما چکے ہیں کہ "شیخ کے قول کی تعبیر یا تاویل نہیں کی جاتی" بقول شیخ اکبر "ذبیح اللہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں" اس جملے میں کتنا ابہام ہے کہ صدیقی صاحب کو تاویل و تعبیر کرنا پڑی۔ صدیقی صاحب خواہ مخواہ پریشان ہیں۔ اور تمام فرمودات شیخ سے منسوب کر کے تاویلات و تعبیرات کا فریضہ سرانجام دے رہیں شیخ اکبر کے مطابق "فصوص الحکم" تو رسول اللہ نے ایک مبشرہ میں آپ کو عطا فرمائی ملاحظہ کیجئے:

فصوص الحکم تالیف رسول عربی!!

"انی رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی مبشرہ وبیدہ کتاب فقال لی ھذا کتاب فصوص الحکم خذہ و اخرج بھا فی الناس" (مقدمہ فصوص الحکم صفحہ ۲ مطبوعہ کراچی)

میں نے ایک مبشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اور مجھ سے کہا کہ یہ کتاب "فصوص الحکم" ہے اسے تھام لیجئے اور عوام میں شائع کر دیجئے۔

یہ فیصلہ تو اب شارحین و مترجمین کریں کہ فصوص الحکم محمد عربی (علیہ الصلواۃ والسلام) کی تصنیف ہے یا محی الدین ابن عربی (علیہ الرحمہ) کی ہے ——— آمدم برسر مطلب ——— حضرت شیخ لکھتے ہیں:

نبی و ولی دونوں صاحب وحی

"جس معدن، جس مقام سے نبی لیتے تھے اسی مقام سے انسان صاحب الزماں غوث قطب لیتے ہیں خلیفۃ الرسول کی حیثیت سے تابع احکام نبی ہیں جس طرح بعض انبیاء، انبیاء الوالعزم کے تابع ہوتے ہیں .... اسی طرح اولیاء بھی تابع نبی ہیں حالانکہ صاحب وحی دونوں ہیں" (فص حکمہ وجودیہ فی کلمہ داویہ صفحہ ۳۰۸-۳۰۹)

یہ ذہن میں رہے مذکورہ عبارت میں خلیفہ الرسول ولی کامل کو کہا گیا ہے ظاہری شریعت پر عمل پیرا ہونے کے

ناطے سے، در حقیقت وہ خلیفہ اللہ ہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۰۶)

صدیقی صاحب نے اعتباری انداز میں حضرت شیخ کی عبارات کا ترجمہ کیا ہے ارباب ذوق کے لئے فصوص الحکم کے متن سے عربی الفاظ نقل کرتا ہوں:

"وفينا من يا خذه عن الله فيكون خليفه عن الله بعين ذلک الحكم فتكون الماده له من حيث كانت الماده لرسوله صلى الله عليه وسلم"

فصوص الحکم صفحہ ۳۲۷ مطبوعہ ایران

مزید یہ کہ: " پیغمبر اگر معصوم ہوتا ہے تو اولیاء محفوظ ہوتے ہیں" فص حکمت نفیثیہ کلمہ شیثیہ صفحہ ۳۸

ولایت برتر از نبوت

ہندوستان کے ایک مشہور صوفی بزرگ بابا ذھین شاہ تاجی نے بھی فصوص الحکم کا ترجمہ کیا ہے جسے ادارہ تعلیم و ثقافت اسلامی جامعہ تاجیہ نے شائع کیا ہے فص عزیریہ میں سے ایک عبارت کا ترجمہ پیش ہے جس میں ولایت کی حیثیت و اہمیت پر واضح انداز میں روشنی پڑتی ہے جو بہر صورت "مقام رسالت" پر فائق و برتر ہے:

"جب تم ولی کو ایسا کلام کرتے دیکھو جو حد شریعت سے باہر ہے تو عارف و ولی ہونے کی جہت سے ہے اسی واسطے ان کا مرتبہ ولی ہونے کی جہت سے رسالت یا صاحب شریعت یا نبی ہونے کی جہت سے بڑھا ہوا ہے" (صفحہ۔۴۲۴)

غور فرمائیے.......... ولی کی اپنی ایک حیثیت "نبی" کی ہوتی ہے جس پر مقام ولایت کو فوقیت ہے۔

فصوص الحکم سے جتنے بھی حوالے مذکورہ ہوئے ہیں وہ سب بلا تبصرہ ہیں حضرت شیخ اکبر نے جو کچھ ولایت اور نبوت سے متعلق فرمایا قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ انہیں دلیل بنا کر اگر کوئی........ بروزی ...... ظلی ...... یا .... غیر تشریعی نبوت کا دعوی کرتا ہے تو کیا اسے جواز کی سند عطا کی جا سکتی ہے؟

دعوت غور و فکر: قارئین محترم! عجمیوں نے اسقدر "نبوت و رسالت" کے منصب پر دھول اڑائی کہ اس کا حقیقی چہرہ ہی گم ہو گیا ہے۔ علم و حکمت کے شناوروں سے نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ تحقیق و تفتیش کی بارش سے اس دھول اور گرد کو بٹھادیں اور ملت اسلامیہ کی وحدت و یگانگت کے واحد و وحید امین نظریے یعنی "ختم نبوت" کا بے لاگ دفاع کریں اور وہ اسی طرح ممکن ہے کہ "نبوت و رسالت" کے منصب کی الہی تعبیر پیش کر کے امت محمدیہ علیہ التحیتہ والسلام پر احسان عظیم فرمائیں جس طرح توحید باری تعالیٰ کی کوئی موضوعہ و مصنوعہ نقیض اصطلاح نہیں اسی طرح "نبوت و رسالت" کی بھی کوئی خودساختہ و تراشیدہ نقیض صنف نہیں ہو سکتی .... در حقیقت ایران کی فتح کے بعد مجوسیوں اور سبائیوں نے شاہکار رسالت، مراد نبی امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس یلغار کا جواب فراہم کرنے کی مساعی کی ہیں جو آپ نے "حسبنا کتاب اللہ" کے انسانیت ساز اور سیاست و معیشت سنوار نعرے کی شکل میں بلند فرمائی تھی۔

قرآن اور نبوت دونوں کو عجمی افکار نے اس قدر آلودہ کرنے کی کوششیں کی ہیں کہ اب اگر کوئی حقیقت لکھنا بھی چاہے تو قلم و زبان پر پہرے بٹھا دئے جاتے ہیں جب تک ان فلسفیوں کے ذریعے سے پھیلائے جانے والے

یونانی افکار و آثار سے قرآنی مصطلحات کو آزاد و پاکیزہ نہیں کر دیا جاتا اس وقت تک "مقام نبوت و رسالت" لباس حقیقت میں نمودار و جلوہ گر نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے روافض نے نبوت کا مقصود ابلاغ ولایت علیؓ بتایا ہے اور بزعم خود قرآنی آیات کو بایں انداز دلیل بنایا مصباح اللم کا مؤلف نواب سید امداد امام بحوالہ درمنثور اور بفتاح النجا لکھتا ہے

رسالت کا مقصد ابلاغ ولایت علیؓ ہے!!

"حضرت عثمان کے وقت میں ایسے قرآنی انقلابات پیدا ہوئے جو حضرت علی مرتضیٰ کی منصوصی سرداری کو امت محمدی سے نزاعی بنانے والے ہو گئے واضح ہو کہ عہد آنحضرت میں آیہ بلغ پارہ ۶ رکوع ۱۴ کی قرأت یوں تھی یا ایھاالرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین الخ یہ ٹکڑا ان علیا مولیٰ المومنین کا قرآن موجود سے خارج کر دیا گیا اس ترک کا پورا پتہ تفاسیر قرآن سے لگتا ہے (دیکھو درمنثور تفسیر جلال الدین سیوطی و کتاب مفتاح النجاء مرزا محمد بن معتمد خاں بدخشانی)" (صفحہ ۱۵)

مذکورہ عبارت میں عربی الفاظ کا ترجمہ یوں ہے کہ

"اے رسول جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا یعنی "علی مومنوں کا مولیٰ ہے" .... لوگوں تک پہنچا دے۔"

یعنی "نبوت و رسالت" کا مقصد ہی ولایت علی کا پرچار تھا۔

آئندہ نشست تک اجازت چاہتا ہوں ان شاء اللہ امی کے لفظ پر شرح و بسط سے گفتگو ہو گی اور کچھ مزید معروضات سابقہ موضوع کے حوالے سے عرض کروں گا۔

اصلاح و اعتذار:

سابقہ مضمون بعنوان "مقام نبوت کی الٰہی تعبیر" میں چند مقامات پر کمپوزنگ کے دوران کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں متعلقہ مقامات کی اصلاح فرمالیں:

صفحہ ۱۳ کی سطر ۱۵، جنگ باغوش کی بجائے جنت باغوش، صفحہ ۱۴ کی سطر ۳، رسالۃ کی بجائے رسالتہ، صفحہ ۱۴ سطر ۱۴، لا نیال کی بجائے لا ینال، صفحہ ۱۵ سطر ۱، اقوام کی بجائے اقوم، صفحہ ۱۶ سطر ۱۰، لولیس کی بجائے بولیس، صفحہ ۱۶ سطر ۲۱ Akkadiax کی بجائے Akkadian ، صفحہ ۱۷ سطر ۸، بنیین کی بجائے بنیمین، صفحہ ۱۸ سطر ۱۷، وجود، مسعود کی بجائے وجود نامسعود، صفحہ ۲۱ سطر ۵، pnstinet کی بجائے Instinct، صفحہ ۲۲، سطر ۱ ھمشر کی بجائے ھمز، النحویوں کی بجائے النحویوں، سطر ۲ لرفقة کی بجائے لرفعة سطر ۳، بلغ کی بجائے ابلغ پڑھا جائے۔ معاً ادارہ معذرت خواہ ہے

پروفیسر ڈاکٹر اشرف سلیمان (بہاول پور)

دیباچہ نگاری..........اور عبدالمجید سالک

کسی کتاب یا رسالے کے تعارف کو دیباچہ کہتے ہیں جس میں کتاب کے متن کے بارے میں وضاحتی یا اختلافی انداز اختیار کیا جاتا ہے اور اصل کتاب کی تعریف و تحسین یا تنقید و محاکمہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مصنف کی شخصیت اور اسلوب نگارش پر بھی بات کی جاتی ہے جس میں ان محرکات کا سراغ بھی لگایا جاتا ہے جو اس کی تخلیق کا باعث بنے۔ اردو ادب میں دیباچہ کو مختلف ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے جن میں مقدمہ، تمہید، پیش لفظ، پیش کلام، حرف آغاز، تعارف، اعتزار اور حرف چند جیسے معروف نام شامل ہیں جب کہ یہ بات لکھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ کتاب کے بارے میں لکھے یا صاحب کتاب کے بارے میں اظہار خیال کرے اور اس کا جو عنوان چاہے تجویز کرے البتہ مصنف کی عدیم الفرصتی کی صورت میں مختصر رائے کو دیباچے سے ممیّز کرنے کے لئے "فلیپ" کا نام دیا جاتا ہے۔ جو بالعموم کتاب کے فلیپ یا گردو پیش کے اندرونی حصے پر درج کر دی جاتی ہے۔ دیباچہ نگاری کے ضمن میں "تقریظ" کا ذکر بھی غیر مناسب نہیں جس میں "زندہ کی تعریف، خواہ راست ہو، خواہ دروغ" کے اصول پر کی جاتی ہے اس میں حق دوستی نبھاتے ہوئے کتاب کی ہر حال میں تعریف و تحسین ہی کی جاتی ہے اور وہ بھی بعض اوقات غیر مدلل انداز میں۔ لیکن دیباچے اور تقریظ میں بنیادی فرق یہ رہا ہے کہ دیباچہ ابتدائیہ کے طور پر ہوتا ہے اور تقریظ خاتمہ سخن کا دوسرا نام سمجھا جاتا ہے خواہ وہ مصنف کے اپنے قلم ہی سے کیوں نہ لکھی گئی ہو۔ مرزا غالب عمر بھر خاتمہ کتاب کو تقریظ سمجھتے رہے چنانچہ "قاطع برہان" طبع اوّل کے خاتمہ پر تقریظ خود ان کے اپنے قلم سے تحریر کردہ ہے۔

آج کے اہل قلم اور دانشور دیباچہ نگاری اور فلیپ نگاری کے ذریعہ سے اکثر و بیشتر "حق نمک" ادا کرتے ہیں یہ ایک سراسر غیر علمی اور غیر ادبی رویہ ہے۔ ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" نے مئی ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں، مرحوم عبدالمجید سالک کے کالموں میں سے نیاز فتح پوری سے متعلق جو اقتباسات شائع کئے ہیں، وہ ایک دور کے غیر علمی اور غیر ادبی رویوں پر ظریفانہ طنز اور عالمانہ گرفت کا عمدہ نمونہ ہیں۔ سالک چونکہ میرے مطالعے کا مستقل موضوع ہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ ان کی "کالم نگاری" ہی نہیں، کچھ ان کی "دیباچہ نگاری" سے بھی قارئین کو متعارف ہونا چاہیے۔ سالک کے دیباچے دیکھتے ہوئے یہ خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے کتابوں کے تعارف میں متون کی ان خصوصیات کا تذکرہ بھی کیا ہے جو قاری کی نظر سے شاید اوجھل ہی رہ جائیں۔ یوں قاری کو ایک نئے زاویے سے کتاب کے مطالعے کی راہ سجھاتی ہے بلکہ وہ کتاب کی تفہیم میں مصنف کی شخصیت کو بھی خول سے باہر نکلنے پر مجبور کر دیتے ہیں اس طرح کتاب اور مصنف میں

دوری ختم ہو جاتی ہے۔ سالک نے اپنے دیباچوں میں، اختصار سے موضوع یا مصنف کے بارے میں وقیع اور مستند معلومات فراہم کی ہیں بلکہ بعض اسقام واغلاط کی وضاحت بھی کر دی ہے مگر مطالب و مفاہیم کا اعادہ کرنے یا ان کی تشریح و توضیح سے عملاً احتراز کیا ہے کیونکہ ایسا کرنا ان کا منصب ہی نہ تھا۔

نوجوان ادیب اور شاعر حضرات کی نگارشات کو سالک اس طرح پیش کرتے تھے کہ ایک طرف ان کی جملہ خصوصیات اجاگر ہو جاتیں اور دوسری طرف نوجوانوں کی خود اعتمادی، عزت نفس اور خودداری مجروح نہ ہونے پائے بلکہ وہ اپنے عہد میں نامور ادیبوں اور شاعروں میں سر اونچا کر کے اپنی بات کہہ سکیں جیسا کہ "شعلۂ گل" کے "تعارف" میں عبدالمجید سالک احمد ندیم قاسمی کی شاعری پر اظہار خیال کرتے ہیں۔

"میں سمجھتا ہوں کہ "شعلۂ گل" ندیم کی شاعری کے تیسرے دور کا "سنگ میل" ہے۔ اور اس کی شاعری اب اپنے نقطہ کمال کے قریب پہنچ گئی ہے"(۱) سالک کی دیباچہ نگاری کی اہم خصوصیت کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قارئین کے دل میں مصنف اور کتاب کے بارہ میں ہمدردانہ نقطۂ نظر پیدا کرنا ہے۔ انہوں نے نو آموز شاعروں اور نومشق ادیبوں کی نگارشات کو اس خوبی اور نفاست کے ساتھ متعارف کرایا کہ مستقبل میں ان کی مقبولیت کا گراف اونچا ہی ہوتا گیا۔ مثال کے طور پر عاصی کرنالی کے مجموعہ کلام "رگ جاں" کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک تو یہ خصوصیت بھی آج کل کے زمانے میں حیرت انگیز ہے کہ عاصی کے کلام میں اغلاط زبان یا تسامحات فن بالکل مفقود ہیں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ فن اور زبان سے بے پرواہو کر کوئی شخص آج تک بڑا شاعر تسلیم نہیں کیا گیا۔ عاصی کرنالی اپنی جوانی کے عالم ہی میں بڑے شاعر ہیں اور چند سال بعد انشاء اللہ وہ بہت بڑے شاعر ہوں گے۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں ان چند الفاظ کے ساتھ "رگ جاں" کو ارباب ذوق کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اور مطمئن ہوں کہ میرا یہ ارمغاں اہل نظر کے نزدیک حسن قبول کا مستحق ہو گا (۲)

سالک نے نوجوان اہل قلم کی نگارشات کو متعارف کراتے ہوئے بعض اصناف سخن کی اہمیت اس طرح واضح کی کہ کہنہ مشق ادیب شاعر بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس طرح موضوعات اصناف اور اسالیب کے حوالہ سے کیے گئے تجربات کے متعلق بے گانگی اور بے اتفاقی کی فضا ختم ہوئی اور تازگی اور تازہ کاری کو راہ ملی۔ مثال کے طور پر سجاد حیدر کے پنجابی ڈراموں کے مجموعے "ہوا دے بوکے" کے دیباچے میں وہ پنجاب بھر کے اہل قلم اور صاحب فن حضرات کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"سجاد حیدر دا فن پنجابیاں دے واسطے فخر دا مقام اے مینوں یقین اے کہ اوہناں دے افسانے تے ڈرامے ویکھ کے پنجابی زبان دے پریمی ادیب خود وی ایس بولی وچ لکھن دی کوشش کرن گے"(۳)

دیباچہ لکھتے ہوئے سالک کتاب کے متن میں موجود ابہام کو دور کرتے ہیں اور اس کی تفہیم کے لئے وقیع معلومات فراہم کرتے ہیں۔ جب کہ مقدمہ میں اس صنف کی روایت، خصوصیات، اقسام، اس کے لوازمات اور ارتقاء پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر "حرف و حکایت" کے مقدمہ میں طنزوظرافت کے حوالے سے روزنامہ صحافت میں ظرافت کی ابتداء اس کے موضوعات، فکاہیہ کالم کی اہمیت و افادیت اور فکاہیہ کالم کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں جب کہ "حرف و حکایت" کے حوالے سے چراغ حسن حسرت کا فکاہیہ کالموں کا فکری و فنی تجزیہ بھی نمایاں ہے جس سے "حرف و حکایت" کی تفہیم آسان ہو جاتی ہے قاری پہلے سے زیادہ لطف و انبساط محسوس کرتا ہے اور اس کی نظر میں چراغ حسن حسرت کے فکاہیہ کالموں کی اہمیت و افادیت بڑھ جاتی ہے۔

سالک کی دیباچہ نگاری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط ہی کہتے ہیں اس پر کس قسم کی ملمع کاری نہیں کرتے۔ وہ اپنے آدرش اور نصب العین سے انحراف بھی نہیں کرتے اور زیر بحث موضوع میں اقدار و روایات کی خلاف ورزی پر خاموش بھی نہیں رہتے گویا ردّ و قبول میں حدّ اعتدال سے انحراف ان کے ہاں ناپید ہے۔ یہی دیباچہ نگاری کی خوبی اور تنقید و محاکمے کی روح ہے۔

سالک کی دیباچہ نگاری میں تنوع ہے "لطائف الادب" .... "بغاوت عرب" .... "حرف و حکایت" .... "کشمکش" .... "آغا حشر ماتا ہری" .... "افق سے افق تک" .... "تذکرہ مولوی ذکاء اللہ دہلوی" .... اس بازار میں" .... "شہاب ثاقب" .... "رگ جاں" .... "جلال و جمال" .... "شعلۂ گل" .... "مضامین حسرت" .... اور "ہوا دے ہو کے" کے بارے میں ان کی وقیع اور متوازن رائے قارئین کے وسیع حلقے میں مقبولیت کا باعث تھی۔

باقاعدہ دیباچہ نگاری کے علاوہ سالک نے اخبارات و جرائد میں تبصرۂ کتب کے عنوان سے بھی کام کیا وہ "تہذیب نسواں" .... "کہکشاں" .... "صحیفہ" .... مخزن" .... اور ہم عصر ادبی رسائل میں کتب اور رسائل کا تعارف کراتے اور ان پر تبصرہ کرتے تھے۔ جب کہ روزنامہ "انقلاب" کے ادبی ایڈیشن میں بھی معاصرین کی کتب پر تبصرے شائع ہوتے تھے۔ جنہیں پڑھ کر آج بھی تبصرہ نگار کی ادبی حیثیت، نظری وسعت اور فنی مہارت کا احساس ضرور ہوتا ہے۔

حواشی

۱۔ "شعلۂ گل"، از احمد ندیم قاسمی، صفحہ نمبر ۱۳ بار اوّل ۱۹۵۲ء

۲۔ "رگ جاں"، از عاصی کرنالی، صفحہ نمبر ۱۱-۱۲ طبع اوّل مئی ۱۹۵۷ء مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور

۳۔ "پنجابی ادب تے سالک"، مرتبہ عبدالسلام خورشید، صفحہ نمبر ۷ ۲ پنجابی ادبی اکیڈمی لاہور

شیخ عبدالمجید احرار امرتسری

لمحۂ فکریہ!

قیامِ پاکستان کے وقت قوم کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اس مملکت خداداد میں اسلام کا عادلانہ معاشی نظام قائم کیا جائیگا جس کے تحت ایک ایسا معاشرہ معرض وجود میں لایا جائے گا جو ساری دنیا کے لئے بالخصوص عالمِ اسلام کیلئے مشعلِ راہ ہو گا۔ لیکن جاننے والے اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہیں کہ وقت کے سیاسی بازی گروں نے بوجوہ الٹی زقند لگا کر نہ صرف یہ کہ قوم سے کیا ہوا عہد پس پشت ڈال دیا بلکہ اس حقیقت کو بھی بھلا دیا کہ قوم نے صرف "پاکستان کا مطلب کیا لاالٰہ الا اللہ" کے نام پر دس لاکھ سے زائد مسلمان شہید کرائے اور پچاس ہزار بہو بیٹیوں کی بے حرمتی صرف اس لئے گوارہ کی کہ پاکستان نام کے اس خطہ میں اسلام کی شمع کو فروزاں کیا جائے گا۔ اس حقیقت کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ اُس وقت چونکہ مسلم لیگ قوت حاکمہ کا روپ دھار چکی تھی اس لئے اپنے وعدہ کی بنا پر یہ فرض بھی اس پر عائد ہوتا تھا کہ وہ پاکستان میں اسلامی نظام نافذ کرے مگر نیتوں میں خلوص نہ تھا اس لئے معتدبہ اکثریت نے رضا کار سے لیکر لیڈر تک کارخانوں، فیکٹریوں، اور زمین کی الاٹمنٹ کو پاکستان کے قیام کا مقصد وحید قرار دے لیا اور پھر اس پر پل پڑے۔ جو صاحب رسوخ تھے ان کے پو بارہ ہو گئے جو چھوٹے درجہ کے تھے انہوں نے بڑوں کی سفارش کا سہارا لیا۔ کچھ نے بڑوں کی سفارشات کے آسرے پر رشوت ایجنسیاں قائم کر کے قوم کے بے آسرا لوگوں کو لوٹا۔ جب خواص کا یہ حال ہو تو عوام کیوں پیچھے رہتے نتیجتاً کسی نہ کسی انداز میں قوم کی اکثریت بھی اس لوٹ کھسوٹ میں شامل ہو گئی اور وہ واضح و اعلیٰ مقصد جس کیلئے پاکستان معرض وجود میں لایا گیا تھا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا اور جو شخص خوف خدا اور ذاتی شرافت کی وجہ سے آلودہ دامن نہ ہوا بے وقوف کہلایا۔ مسلم لیگ کی اس کرم فرمائی نے قوم میں کنبہ پروری، رشوت ستانی، بددیانتی اور ہیرا پھیری کے ایسے جراثیم پیدا کر دیئے ہیں کہ ہر شعبۂ زندگی میں بد قماشی شعار بن گئی۔ حتیٰ کہ برآمدات تک بری طرح متاثر ہوئیں جس سے ملک کی مالی ساکھ کو دھچکا لگا۔ اندرون ملک سمگلنگ بلیک مارکیٹنگ، ملاوٹ اور چور بازاری کاروبار کے سنہری اصول قرار پا گئے اور مقتدر لیڈران کرام اپنی گروہی اٹھا پٹخ میں اس حد تک مصروف ہو گئے کہ پاکستان کی بقاو استحکام معرضِ خطر میں پڑ گیا۔ یہی وجہ تھی جب ۱۹۵۸ء میں مارشل کا نفاذ عمل میں آیا تو چاروں طرف انقلاب کا غلغلہ بلند ہوا۔ کوئی نہیں تھا جو ان فرزندان مسلم لیگ کی پسپائی پر آنسو بہاتا۔ اسلام کے معاملہ میں مسلم لیگ نے نہ صرف قوم سے بدعہدی کی بلکہ اللہ اور اس کے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی غداری کی ہے۔ مسلم لیگ کے بلا شرکت غیرے گیارہ سالہ اور اس کے بعد ایوب خان کے دس سالہ دور اقتدار نے قوم کے اندر بے حسی کی حد تک مایوسی پیدا کر دی یہ اس بات کا ہی نتیجہ تھا کہ ان اکیس برسوں میں برسر

اقتدار آنے والے ان بزرجمہروں نے اسلام کے نام پر ہی اسلامی قدروں کو کند چھری سے ذبح کیا۔ نظریہ پاکستان کو منوں مٹی کے نیچے دفن کرنے کی کوشش بھی اسلام ہی کے نام پر فرمائی۔ ثقافت کے نام پر اسلامی قدروں کو بُری طرح پامال کیا گیا۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں ان کے کرتوت دیکھ کر شرافت و انسانیت محو حیرت اور دم بخود ہے۔ جب پاکستان کے داعی اسلام کے مقدس نام پر قوم کی بے مثل قربانیوں کے نتیجہ میں برسر اقتدار آنے کے بعد یہ عملی تعبیر پیش کریں کہ شرم بھی شرم سے منہ ڈھانپ لے تو اسکا نتیجہ کیا ہونا تھا یہی کہ لوگ اس طائفہ مقدسہ سے ہی بیزار نہیں ہوئے بلکہ مذہب سے بھی برگشتہ نظر آنے لگے۔ مذہب سے بیگانگی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قیام پاکستان کے بعد جب مسلم لیگ نے انا ولا غیری کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مذہبی اور سیاسی شعور رکھنے والی منظم جماعتوں (خصوصاً مجلس احرار اسلام) کو سپر اندازی پر مجبور کر دیا تو قوم کی مذہبی حس کو برقرار رکھنے اور سیاسی مورال کو سہارا دینے کیلئے ملک میں کوئی منظم جماعت موجود نہیں تھی۔ اس موقع پر علماء کرام کا فرض تھا کہ دین حق کی خدمت کیلئے میدان عمل میں آتے اور نہ صرف مذہب کا تحفظ کرتے بلکہ قوم کے ذہن کو بھی مسموم ہونے سے بچاتے لیکن دلی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دینی قوتیں اپنا یہ فرض کماحقہ پورا نہ کر سکیں۔ جب مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کی قرارداد مقاصد کو مقتدر گروہ نے اپنے بے دین مقاصد کے خلاف سمجھتے ہوئے سبوتاژ کر دیا تو اس پر بھی ان کی خاموشی نہ ٹوٹی۔

اس وقت صرف مجلس احرار اسلام واحد دینی جماعت تھی جس نے دینی قوتوں کو بیدار کرنے کا عزم کیا اور استقامت کے ساتھ عمل کے میدان میں جم گئے۔ احرار ۱۹۴۹ء میں انتخابی سیاست سے دست بردار ہو چکے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے واضح اعلان کیا کہ: ''ہم سیاسی میدان میں مسلم لیگ کے حریف نہیں لیکن دینی معاملات میں حکومت کو کسی غلط اقدام کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور انتخابی سیاست سے دست برداری کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم نے ملکی معاملات سے بھی دست کشی اختیار کر لی ہے۔ ہم پاکستان کے شہری ہیں اور ملک کے تمام معاملات میں اپنی رائے کے اظہار کا قانونی و آئینی حق رکھتے ہیں۔ اور اس حق سے کسی صورت دست بردار نہیں ہوں گے''۔

مجلس احرار اسلام نے جب محسوس کیا کہ انگریزی ایجنٹ قادیانیوں کا مرتد ٹولہ پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازشیں کر رہا ہے اور مسلمانوں کے دینی معاملات میں مداخلت کر رہا ہے تو احرار رہنماؤں نے پاکستان کی تمام دینی، سیاسی جماعتوں کو متحد کر کے کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت تشکیل دی اور ۱۹۵۳ء میں ایک عظیم الشان تحریک برپا کر کے دینی قوتوں کو بیدار کیا اور ان کے جمود کو توڑ کر بے حسی کے خلا کو پُر کر دیا۔ خواجہ ناظم الدین کی لیگی حکومت نے تشدد کے ذریعے تحریک کو بظاہر کچل دیا اور ہزاروں مسلمانوں کو گولیوں کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔ رہنما اور کارکن جیلوں میں قید کر دیئے اور ایک بار پھر سناٹا چھا گیا۔

تاہم اسی ملی درد کو محسوس کرتے ہوئے پاکستان کے ۳۳ جید اور نمائندہ علماء نے متفقہ طور پر ۲۲ نکاتی اسلامی دستوری خاکہ مرتب کیا جس پر تمام مسالک کے علماء نے دستخط کر کے اس جمود کو توڑا۔ علماء کے اس ۲۲ نکاتی فارمولے کو بنظرِ استحسان دیکھا گیا۔ لیکن کیا اس کو پاس کر دینا ہی کافی تھا؟ اس کے نفاذ کی جدوجہد بھی تو علماء اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری تھی اور ہے۔ گزشتہ پچاس برسوں میں جس طرح نظریۂ پاکستان کا مذاق اڑایا گیا ہماری وہ دینی جماعتیں جن کا مزاج ''جمہوری'' ہو چکا ہے اس سے الگ رہتے ہوئے بھی اس میں شریک اور ملوث ہیں کیونکہ ان کے گروہی اور ذاتی اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقتدر حضرات نے اپنی شیطانی اغراض کو پورا کرنے کیلئے اسلام کے ساتھ غیروں سے بھی بدتر سلوک کیا لیکن آپ مصلحتوں کے گنبد سے باہر آنے کو تیار نہ ہوئے۔ اگر اتحاد بین المسلمین کیلئے ہی خالصتاً اللہ کے لئے اسلام کو واسطہ بنا کر پیش کیا ہوتا تو ملک میں سنی، شیعہ یا دیوبندی، بریلوی فسادات نہ ہوتے اور ۱۹۵۶ء میں چودھری محمد علی کو یہ جرأت کبھی نہ ہوتی کہ علماء کے پاس کردہ دستوری خاکہ کو نظر انداز کر کے پارلیمنٹ میں کوئی آئین پیش کرتے! اگر دینی قوتیں محض دین ہی کے نام پر متحد ہو کر حکمرانوں کے لادینی اقدامات کے خلاف بھرپور مزاحمت کرتے تو ایسا کبھی نہ ہوتا۔

ایوب خان کے دور میں اسلام کے ساتھ جو استہزاء ہوتا رہا وہ ظاہر و باہر ہے۔ منکرین حدیث کی ہمت افزائی کی گئی۔ رسوائے زمانہ عائلی قوانین کا نفاذ ہوا۔ موصوف نے اپنی حکومت کی میعاد بڑھانے کیلئے نہایت شاطرانہ انداز میں نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کو باہم متصادم کرا دیا بلکہ بی۔ ڈی نظام رائج کر کے برادری سسٹم کو ہوا دی اور پاکستان کی قومی وحدت ارائیوں، کشمیریوں، جاٹوں، مغلوں اور چیمے چٹھوں اور اس طرح کی کئی اکائیوں میں تقسیم ہو گئی۔ لیکن آپ نے اس خلافِ اسلام نظام کے خلاف کوئی متفقہ اور موثر قدم نہ اٹھایا اور پاکستان کا نیرو دس سال تک چین کی بانسری بجاتا رہا۔ جاگیردار اور سرمایہ دار ایوبی دور میں ملک کی دولت دونوں ہاتھوں سے سمیٹ کر اپنی تجوریاں بھرتے رہے۔ صنعت کے بنیادی تحفظ کی یک طرفہ اور غلط پالیسی نے نہ صرف مزدوروں کے لئے لاتعداد مسائل پیدا کر دیئے بلکہ عوام بے روزگاری اور مہنگائی کے دو پاٹوں میں پس کر فاقہ کشی سے دوچار ہونے لگے۔ پھر یحییٰ خان کی زیر قیادت ملک میں مارشل لاء آ گیا۔ ان کے عہد حکومت میں بھی اسلام اور اسلامی قوتوں کے خلاف سابقہ پالیسیوں پر عمل جاری رہا۔ یہی کچھ ذوالفقار علی بھٹو کے آمرانہ عہد حکومت میں ہوا۔ ضیاء الحق مرحوم نے نفاذ اسلام کا نعرہ تو لگایا مگر وہ سب کچھ کرنے کی قوت و اختیار رکھنے کے باوجود چند اقدامات سے آگے نہ بڑھے۔ البتہ ان کا یہ کارنامہ تاریخی ہے کہ قراردادِ مقاصد کو آئین کا حصہ بنایا اور قانونِ امتناعِ قادیانیت جاری کر کے عالمِ اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے سب سے بڑے ایجنٹ قادیانیوں کو اسلامی شعائر استعمال کرنے سے روک دیا۔ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ کا دستوری باب المناک ہی نہیں عبرت ناک بھی ہے۔ وہ قوم جس نے قرآن کی عظمت، ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

کی رسالت اور اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے اپنے دس لاکھ سے زائد سپوت قربان کر دیئے اور پچاس ہزار بہو بیٹیوں کی عصمت لٹوا دی۔ اس معاملہ میں بے بس اور تہی دست نظر آتی ہے۔

آج پھر ضرورت ہے کہ علماء میدان میں نکلیں اور عوام کی مایوسی کو امیدوں اور خوشیوں میں بدل دیں پاکستان کی لادین قوتیں پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔ حدود اللہ کو متنازعہ اور ظالمانہ کہا جارہا ہے۔ توہینِ رسالت کے سنگین جرم کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ عیسائی اقلیت امریکہ و برطانیہ کے سہارے اکثریت کے دینی و سیاسی معاملات میں غیر اخلاقی اور بلا جواز مداخلت کر رہی ہے۔ اب ضرورت ہے کہ دینی قوتیں پھر بیدار ہوں اور اپنے ملک اور دین کے تحفظ کے لئے میدان میں نکل آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ قصص میں فرمایا ہے (المفہوم) ''ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں جن لوگوں کو کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں۔''

یعنی انہیں ملک کا رہنما اور حکومت و حکمت کے وارث بنا کر ملک میں مضبوطی کے ساتھ قائم کر دیں''۔

امام انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ نے اسی قرآنی آیت کو دستور انقلاب کا ماٹو بنایا اور اسی جدوجہد میں زندگی قربان کر دی۔ کیا ہمارے دینی رہنما اور دینی کارکن اس آیت پر غور فرمانے کی زحمت گوارہ کریں گے! حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے سانحۂ ارتحال پر حضرت مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ نے جس طرح ان کے نواسے کے نام اپنے مکتوب گرامی میں اشک افشانی کی ہے وہ دل تھام کر پڑھنے کی چیز ہے!

دہلی ۱۵ ستمبر ۱۹۴۷ء

عزیز القدر مولوی ظہیر الحق دین پوری سلمہ......... السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

آپ نے آزادی پر مبارکباد کا پیغام بھیجا شکریہ! خط پڑھتے ہی مولانا عبید اللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ کی یاد آئی اور اس طرح آئی کہ صدائے درد زبان تک پہنچی اور زبان نے نوک قلم کے حوالہ کیا۔

قصہ بہت طویل ہے۔ اسے مختصر کیا جائے تب بھی وقت سازگاری نہیں کرتا۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے ایام تھے۔ ولی الٰہی قافلہ کے امیر حضرت مولانا محمود حسن (اموی قرشی) قدس سرہ نے انتہائی نامساعد حالات میں مولانا عبید اللہ سندھی کو کابل بھیجا۔ ان کو وہاں مختلف ممالک کے سیاسی رہنماؤں سے مل کر کام کرنے کا موقع ملا۔ ان میں جرمن، فرانسیسی اور جاپانی سیاست دان جن میں چند ایک ایسے بھی تھے جو آج اپنے اپنے ملک میں برسر اقتدار ہیں اور عنانِ حکومت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ یہ لوگ اس قت کے سیاسی رفیق یا مشیر تھے جب مولانا نے کابل میں ''حکومت موقتہ'' قائم کی۔ خود اس کے وزیر خارجہ منتخب ہوئے۔ ریشمی رومال کی تحریک چلا کر برٹش حکومت کو للکارا اور میدان جنگ میں شکست دیکر اپنا موقف منوایا۔

جنگ کے خاتمہ پر مصالحتی دستاویز پر دستخط ہوئے اور برطانوی نمائندہ نے حکومت کابل کی خود مختاری کا اعلان کیا۔ ہندوستان کے مطالبہ آزادی کو تسلیم کیا اور بتدریج ہند کو چھوڑنے کی وضاحت کر دی۔ مولانا کے اس اقدام کا انتقام برٹش حکومت نے امیر امان اللہ سے تو لے لیا مگر مولانا سندھی رحمہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ یہ مولانا کا ذاتی سیاسی اثر تھا جس سے وہ مرعوب تھی!

پچیس سالہ جلاوطنی کے بعد ۱۹۳۵ء میں جب واپس ہندوستان پہنچے تو دوسری جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ انہوں نے اپنی تحریک کانگرس میں پیش کرنے کیلئے میدان ہموار کیا۔ گاندھی جی تک نے تحریک کی مخالفت کی اس کے باوجود باؤس نے ہندوستان چھوڑ دو کا نعرہ لگا دیا۔ اور اس کی گونج بکنگھم پیلس سے ٹکرائی۔ یہ سب کچھ مولانا نے باہر بیٹھ کر کیا۔ کسی بھی بحث میں حصہ نہیں لیا اور نہ ہی کسی اجلاس میں شرکت کی۔ یہ فن صرف وہی جانتے تھے۔ ایک ملاقات میں جانے پر میں نے ان کے چہرے سے کچھ ایسا تاثر قبول کیا جس کی بنا پر ان سے پوچھ بیٹھا۔ فرمایا کہ چاہتا ہوں سوبھاش چندر اس وقت باہر چلے جائیں۔ پھر کچھ دیر خاموش رہ کر رخصت ہوئے اور اوکھلے میں اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔ دوسرے دن اوکھلے سے دہلی کو ملانے والی آٹھ میل لمبی سڑک کے ایک ویران گوشے میں سوبھاش چندر سے انکی ملاقات ہوگئی۔ دوسری ملاقات ان کی بالی گنج کلکتہ میں ہوئی۔ اسی ملاقات میں اسے جاپان جانے کیلئے رخصت کیا۔

حکومت جاپان کے نام وزیر ہند حکومت موقتہ کی حیثیت سے اسے ایک شناختی کارڈ اور وہاں کے فوجی بورڈ کے سربراہ کے نام اپنا ذاتی پیغام دیا۔ سوبھاش چندر کے وہاں پہنچنے پر حکومت جاپان نے فوج میں ان پر اپنے اعتماد کا اعلان کیا۔ اعلان کا ہونا تھا کہ ادھر احمد نگر کے قلعہ سے کانگرس ہائی کمان کی رہائی بلاشرط منظور کر لی گئی۔ ورنہ حکومت کا فیصلہ یہ تھا کہ پورے قلعہ کو مع سیاسی قیدیوں کے بم سے اڑا دیا جائے.......... اور ساتھ ہی ہند کی آزادی کا اعلان کر دیا اور ہم آزاد ہو گئے!

کون جانتا ہے کہ کس کی قربانیاں ہیں؟ جاپانی حکومت نے حضرت مولانا پر اعتماد کیا۔ اس جرم کی سزا اسے ہیروشیما میں بھگتنی پڑی۔ حضرت مولانا کو ایسا زہر دیا گیا کہ جس نے ان کی ہڈیوں سے کھال کھینچ لی اور ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو اس مقام میں پہنچے جو پہلے ہی دن سے اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے اپنے حضور میں مخصوص کر رکھا تھا۔ اس وقت آسمان اشک بار تھا زمین رو رہی تھی۔ ہندوستان سوگوار تھا، جرمن اور جاپان کا علمی اور سیاسی طبقہ بھی شریک ماتم تھا۔ مگر حکومت برطانیہ نے اس خبر کو افواہ قرار دیا۔ تاج کے حکم سے وائسرائے ھند کے ذریعہ ایک تحقیقاتی بورڈ قائم ہوا۔ اس نے برطانیہ کے تمام سفارت خانوں سے رابطہ قائم کیا تب کہیں جا کر اطمینان نصیب ہوا اور یکم ستمبر ۴۵ء کو ایک سال نو دن بعد سرکاری طور پر بھی اس امر کی تصدیق کی کہ مولانا واقعی فوت ہو گئے ہیں۔

ایک انقلابی کو ترازو کے ایک پلڑے میں ڈال دیں اور پوری دنیا کو دوسرے پلڑے میں تو وہ ایک

پوری دنیا پر بوجھل ہوتا ہے۔ اب صرف ایک یاد باقی ہے اور اس یاد کے ساتھ غم!

آزادی مبارک، ان شہدا کو اور اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ان کی تربت پر ہوں۔ میں خیریت سے ہوں الحمدللہ۔ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کریں۔

والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کردیں۔

والسلام

ابوالکلام

مولانا ابوالکلام آزاد کے مکتوب گرامی سے حضرت سندھی رحمہ اللہ کی عظیم شخصیت ہمارے سامنے آتی ہے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ مفکرین کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے تھے جو فکر کے مستقل مکاتب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ حضرت سندھی رحمہ اللہ کی شخصیت ہر عہد میں سیاسی اور معاشی غلامی کے خلاف لڑنے والوں اور سامراجی قوتوں کے چنگل سے انسانیت کو آزادی دلانے والے مجاھدین کیلئے مینارۂ نور کا کام دیتی رہے گی۔ حضرت موصوف کی سراپا ایثار، بے لوث اور تابناک زندگی، جدوجہد کے ہر مرحلہ میں نشانِ راہ ہے۔ وہ بچپن سے لیکر تادم مرگ برطانوی سامراج کے خلاف مصروف جہاد رہے۔

علامہ اقبال کے اس شعر میں حضرت سندھی رحمہ اللہ کی ساری زندگی کا نقشہ موجود ہے۔

قوموں کی تقدیر وہ مرد درویش

ڈھونڈی نہ جس نے سلطان کی درگاہ

خوش قسمتی سے ارض وطن پاکستان میں ایک کاروان سندھی رحمہ اللہ ہی ایسا تھا جو اس دستور انقلاب اور اسی نعرہ انقلاب کو لے کر چلا تھا۔ لیکن پھر کیا ہوا کہ خوش قسمتی، بد قسمتی میں بدل گئی اور وہ چند سوختہ جاں مقدس انقلابی نفوس۔۔۔۔کہاں کھو گئے۔ کس صحرا میں گم ہو گئے؟

کیا ہمارا کوئی مہربان، وارثان دیوبند سے تاریخ کا یہ بھولا بسرا سوال پوچھ کر بتا سکتا ہے؟

بقیہ از ص ۷

لیکن ٹانگوں سے باندھے ہوئے نوٹ "متلاشیان" کے ہاتھ نہ لگے۔ یہ جھوٹ اور جہالت کی انتہا ہے۔

جمناداس اختر ہندو ہونے کے باوجود قادیانی نواز صحافی ہے۔ کئی مرتبہ اس کے مضامین قادیانیوں کی حمایت میں انڈیا کے اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں، قیام پاکستان کے وقت شیخ صاحب خود ایک ٹرانسپورٹ کمپنی کے مالک تھے ان کی بسیں مہاجرین کے لئے وقف ہو گئیں، جو انہیں ہندوستان کے فسادزدہ علاقہ سے بحفاظت نکال کر پاکستان پہنچاتیں۔ ایسے انسان کے متعلق کیسے باور کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ بھارت پاکستان کے خلاف امداد لینے گیا ہو گا۔ وہ تحریک آزادی کے سچے مجاہد تھے۔ انہوں نے برصغیر سے انگریزوں کے انخلاء کے لئے اپنی شعلہ بیانیوں سے عوام کو متحرک کیا۔ شیخ صاحب کا ماضی بے داغ اور ان کی قومی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

ابو معاویہ فقیر اللہ رحمانی

مولوی نعیم اللہ صاحب رحمۃ علیہ

مولوی نعیم اللہ صاحب رحمہ اللہ بستی مولویان (رحیم یارخان) سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ چوہان برادری کے ایک متمول اور خوشحال گھرانے میں ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۸، اکتوبر ۱۹۴۶ء کو پیدا ہوئے والد صاحب کا نام مولوی عطاء اللہ تھا۔ مدرسہ شمس العلوم بستی مولویاں میں حافظ کریم بخش لغاری سے قرآن کریم پڑھا۔ ابتدائی فارسی مولوی عبدالکریم صاحب علی پوری سے، صرف مولانا محمد عیسیٰ سے، اور نحو مولانا عزیزاللہ سے پڑھی۔ بعض کتب مولانا محمد امین اللہ سے پڑھیں اور حدیث استاذ العلماء مولانا محمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

۱۹۶۳ء میں مولانا محمد عیسیٰ، مولانا محمد امین اور مولانا عبدالحق بوجوہ مدرسہ شمس العلوم سے علیحدہ ہو گئے مولوی نعیم اللہ طالب علم تھے اور اپنے اساتذہ کے ساتھ ہی مدرسہ چھوڑ گئے۔ آپ نے مدرسہ کنزالعلوم کا نام تجویز کیا اور اپنے استاد مولانا محمد عیسیٰ سے اس کی بنیاد رکھوائی۔ مولوی نعیم اللہ چونکہ زمیندار تھے اللہ نے سب کچھ دیا تھا۔ مدرسہ کے ابتدائی اخراجات خود برداشت کئے پھر اپنے استاذ مولانا عبدالحق کو بھی تدریس کے لئے یہاں لے آئے۔

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۶۵ء میں مولانا قاضی عبدالجلیل مہتمم جامعہ قادریہ کی دعوت پر رحیم یارخان تشریف لائے اور غلہ منڈی کی جامع مسجد سے متصل گراؤنڈ میں آپکا سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر چھ گھنٹے مفصل و بصیرت افروز خطاب ہوا۔ اس اجتماع میں بھی آپ شریک تھے اور یہ خطاب آپ نے ریکارڈ بھی کیا تھا، صد افسوس کہ یہ کیسٹ ضائع ہو گئی۔ ابناء امیر شریعت جب بھی رحیم یارخان خطاب کی غرض سے تشریف لاتے تو آپ نہ صرف اس جلسہ میں شریک ہوتے بلکہ اپنی بستی میں اعلان کراتے کہ جس نے حضرت شاہ صاحب کا خطاب سننے کے لئے رحیم یار خان جانا ہو تو سواری کا بندوبست موجود ہے یہ خبر سن کر تمام خاص وعام جمع ہو جاتے اور آپ ٹریکٹر ٹرالی تیار کرا کر سب کو اپنی قیادت میں جلسہ میں لے جاتے۔

غالباً ۱۹۶۸ء میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بستی مولویاں میں ورود ہوا تو بس سٹاپ شاہی چوہان پر آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا تھا اور پھر وہاں سے بستی مولویاں تک حضرت شاہ صاحب کو جلوس اور نعروں کی گونج میں لایا گیا تو مولوی نعیم اللہ صاحب بھی قافلہ میں نہ صرف شریک تھے بلکہ اپنے چچا مولوی قمرالدین مرحوم کے شانہ بشانہ انتظامی امور میں بھی شریک تھے۔

مدرسہ کنزالعلوم میں دوران تعلیم "انجمن حسینی" کے نام سے ایک تنظیم بنائی جس کے تحت ہفتہ وار تقاریر کا پروگرام ہوتا اور شب جمعہ مختلف دیہات میں یا اپنی بستی کی مختلف مساجد میں تقاریر ہوتیں۔ ہر جمعرات کو اسباق سے فارغ ہوتے تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کے لئے لنگر حسینی پکتا اور مدرسہ کے طلباء میں لنگر تقسیم کیا جاتا۔ اس لنگر میں باہر سے بھی مہمان مدعو کئے جاتے۔ ممبران انجمن حسینی کو "قلندر حسینی" کے نام سے پکارا جاتا۔ اس انجمن حسینی کا باقاعدہ انتخاب ہوا جس کے امیر مولانا نعیم اللہ صاحب ناظم، راقم الحروف اور ناظم نشریات مولوی محمد زاہد صاحب کو منتخب کیا گیا۔ قاری خدا بخش صاحب کو شعبہ تبلیغ سونپا گیا اور انہیں "ذاکر

حسینی" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ انہی ایام میں قاری حافظ خدا بخش صاحب کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند عطاء کیا تو انجمن کا اجلاس ہوا اور اس نومولود بچہ کا نام مولانا نعیم اللہ صاحب نے "حسین" رکھا لنگر حسینی تیار ہوا مقامی و بیرونی حضرات مدعو کئے گئے اور خوشی کی اس تقریب میں سب شامل ہوئے۔

انجمن حسینی کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور علاقہ بھر میں اس کی پذیرائی کو دیکھ کر تنگ نظر حاسدین نے اس نام کو آڑ بنا کر پروپیگنڈا شروع کردیا کہ یہ گروپ شیعہ ہو گیا ہے۔ کئی علماء حضرات نے استفسار کیا جب انہیں وضاحت سے بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ نام کوئی اور تجویز کرلو اس نام سے شیعت کی بو آتی ہے یعنی حضرت حسین کا نام صرف اہل تشیع کے لئے خاص ہے۔ لیکن ہم نے یہ نام تبدیل نہ کیا۔ ۱۹۶۹ء میں ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ بستی مولویاں میں تشریف لائے آپکا قیام فدائے احرار مولوی قمر الدین صاحب مرحوم کے ڈیرے پر تھا ہم سب حضرت شاہ صاحب سے ملنے گئے تو چچا مولوی قمر الدین صاحب نے ہمارا تعارف "انجمن حسینی" کی نسبت سے کرایا۔ حضرت شاہ صاحب سے یہ ہماری دوسری ملاقات تھی، شاہ صاحب نے بڑی فراخدلی سے ہمیں گلے لگایا کچھ دیر بیٹھے، گفتگو ہوئی، ہم نے حضرت شاہ صاحب کو انجمن حسینی کے دفتر آنے کی دعوت دی جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا دوسرے دن حضرت شاہ صاحب کو انجمن کے دفتر لے جایا گیا۔ آپ نے ہمارے پروگرام کو پسند کیا اور دفتر میں تاثراتی کتاب پر اپنی رائے بھی تحریر فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب نے مولوی نعیم اللہ صاحب کی خداداد صلاحیتوں کو بھانپ کر انہیں مجلس احرار اسلام میں شمولیت اور جانشین امیر شریعت کی قیادت میں کام کرنے کی دعوت دی تو انہوں نے سوچنے اور باقی ممبران سے مشورہ کرنے کی مہلت طلب کی انجمن کا اجلاس طلب کیا جو آخری اجلاس ثابت ہوا۔ اس اجلاس میں استاد محترم مولانا عبدالحق صاحب مرحوم و مغفور بھی تشریف فرما تھے۔ انہی کے مشورہ سے انجمن حسینی کو ختم کر کے مولوی نعیم اللہ صاحب مع اپنے رفقاء مجلس احرار اسلام کا فارم پر کر کے باقاعدہ جماعت میں شامل ہو گئے۔

۲۸ مارچ ۱۹۶۹ء کو مجلس احرار اسلام بستی مولویاں کے نئے انتخاب عمل میں آئے تو آپکو مقامی جماعت کا ناظم و خازن منتخب کیا گیا۔ اپنے استاد مولانا عبدالحق رحمہ اللہ اور چچا مولوی قمرالدین رحمہ اللہ کے ہمراہ جماعتی سرگرمیوں میں حصہ لیا انہی ایام میں فتح پور پنجابیاں میں مجلس احرار اسلام کا ایک عظیم الشان جلسہ کرایا اس جلسہ کے روح رواں تو فدائے احرار مولوی قمر الدین صاحب مرحوم و مولانا عبدالحق صاحب مرحوم تھے لیکن آپ کی بھاگ دوڑ بھی کم نہ تھی۔

۱۹۶۹ء کے آخر اور ۱۹۷۰ء کے اوائل میں اپنے والد بزرگوار کی موجودگی میں اپنے ڈیرے پر مجلس احرار اسلام کا عظیم الشان جلسہ کرایا اور ہزاروں افراد کے کھانے کا انتظام بشکل خیرات کیا۔ اس جلسہ میں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے خطاب کیا۔ اب تک خیرات و جلسہ کا یہ سلسلہ جاری ہے جس کا انتظام و انصرام آپ خود کیا کرتے تھے۔

مولوی نعیم اللہ، مولانا عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ مولانا کو بھی اپنے اس شاگرد سے بہت محبت تھی استاذ گرامی مدرسہ کے اوقات کے علاوہ رات کے آخری حصہ میں انہیں اپنے گھر پر سبق

پڑھاتے۔ چونکہ ہم سب کی حویلی ایک ہی ہوا کرتی تھی اس لئے رات کو یہ سبق با آسانی سنتے رہتے۔ فجر کی اذان ہوتی تو استاد شاگرد سبق پڑھ کر فارغ ہو رہے ہوتے۔ یہ سلسلہ کافی عرصہ تک رہا۔

مولوی نعیم اللہ صاحب کے والد کے انتقال کے وقت موصوف مدرسہ بدر العلوم رحیم یارخان میں موقوف علیہ پڑھ رہے تھے آپ کے والد علاقہ کے ہنچ تھے۔ ان کے انتقال کے بعد یہ سب بوجھ آپ کے کندھوں پر آن پڑا تعلیم چھوڑنا پڑی اور گھر پر آ گئے۔ اس وقت آپ کے چچا بھی حیات تھے لیکن یہ کام آپ کو اپنے والد صاحب سے ورثے میں ملا تھا قوم کی نگاہ بھی آپ پر مرکوز تھی آہستہ آہستہ تجربہ بھی ہوتا گیا آخر قوم و برادری کے فیصلے حتیٰ کہ قتل کے کیس بھی آپ کے ہاں آنے لگے اور ہر ایک فیصلہ کو خوش اسلوبی سے سنایا اور علاقہ بھر میں مرجع خلائق ہو گئے۔

فہم، بردباری، حلم، تدبر، غیرت و جرأت آپ کو ورثے میں ملی تھی۔ علمی شغل و مطالعہ کا ذوق آپکو مولانا عبدالحق صاحب سے ملا جو آخر دم تک قائم رہا۔

لوگوں کے مسائل کے حل کے لئے آپ کو تھانہ کچہری بھی جانا پڑتا لیکن آپ اس سے گریز بھی بہت کرتے۔ صدر ضیاء الحق کے دور ۱۹۷۹ء میں آپ کو عشر و زکواۃ کمیٹی تحصیل رحیم یار خان کا چیئرمین نامزد کیا گیا آپ نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا تحصیل بھر کے دورے کئے نادار اور غریب عوام میں اپنی نگرانی میں رقم تقسیم کراتے۔

۱۹۸۳ء میں آپ نے چیئرمینی کے عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حکام بالا نے آپ سے اپنا متبادل مانگا تو آپ نے حاجی عبدالعزیز چوہان (آف ٹب چوہان) کا نام پیش کیا جنہیں آپ کی جگہ تحصیل رحیم یارخان کا چیئرمین بنا دیا گیا۔ آپ کو ضلع رحیم یارخان کی چیئرمینی کی پیش کش بھی کی گئی۔ لیکن آپ نے اسے قبول نہ کیا اور صرف رحیم یارخان کی عشر زکوۃ کمیٹی کے ممبر ہی رہے نام و نمود و عہدہ کو پسند نہ کرتے۔

آپ کے ڈیرے پر ہمہ اوقات لوگوں کا اکٹھ رہتا اور کوئی نہ کوئی فیصلہ ہو رہا ہوتا دستر خوان وسیع تھا۔ ہر آنے والے کی ضیافت ہوتی۔ مقیم و غیر مقیم کوئی بھی ہو دستر خوان پر بٹھا دیا جاتا۔ آپ فرشی نشست کو زیادہ پسند کرتے اور خود بھی ہر وقت فرش پر ہی بیٹھتے ہمیشہ اپنے دوست، احباب، متعلقین کے ہمراہ اکٹھے کھانا کھاتے۔

علماء کا خاص طور پر دلی احترام کرتے کوئی عالم دین یا کسی مدرسہ کا سفیر آتا تو امتیازی سلوک کرتے ابناء امیر شریعت جب بھی بستی میں تشریف لاتے خود چل کر حافظ محمد اسماعیل قمر کے ڈیرے پر ان سے ملنے جاتے اور علمی مسائل پر گفتگو فرماتے۔ حضرات شاہ صاحبان سے ایک وقت کے کھانے کا وقت لیتے اور خاص اہتمام کرتے۔

جب بھی کوئی عالم دین آپ کے ہاں آتا تو اس سے علیحدگی میں احوال دریافت کرتے اور ضیافت بھی کرتے مدارس کے سفیر لاتعداد آتے ہر ایک کو حصہ دیکر روانہ کرتے۔ سخاوت آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔ بلا تخصیص عقیدہ ہر مکتبہ کے مدرسہ سے تعاون کرتے۔ ہمدردی یوں کہ غریب و بے سہارا کو آپ پر مان تھا۔ ملنسار یوں کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو احسن طریقہ سے ملتے۔ علمی ذوق حد درجہ کا تھا ہمہ وقت کوئی کتاب زیر مطالعہ رہتی مختلف کتب خانوں سے رابطہ رہتا تھا۔

تبلیغی جماعت کے سالانہ اجتماع پر عام آدمی کی طرح شرکت کرتے اور یہ سفر بھی عام جماعت کے ساتھ بس پر ہی کرتے ۱۹۹۱ء میں آپ تبلیغی اجتماع پر عازم سفر تھے تو آپ کے چچازاد بھائی مولوی محمد یعقوب جو ان دنوں بعارضہ کینسر بیمار تھے نے آپ کو نہ جانے کا کہا کہ اگر آپ چلے گئے اور میری موت واقع ہو گئی تو میرا جنازہ کون پڑھائے گا۔ آپ یہ سن کر اپنے بھائی سے علیحدہ ہو کر گڑگڑا کر روئے اور پھر کچھ دیر بعد بھائی کے ہاں جا کر انہیں تسلی دی اور استغفار، کلمے، اور ایمان کی شرطیں یاد کرائیں پھر بھائی سے اجازت لیکر اس سفر پر روانہ ہوئے۔ اللہ کا کرنا یوں ہوا کہ ۱۷ نومبر بروز اتوار دعا ہوئی۔ واپسی پر ساری رات سفر کر کے ۱۸ نومبر کی سحر کے وقت آپ گھر پہنچ رہے تھے کہ بھائی عازم سفر اخروی تھا۔ آپ نے بھائی کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا اور کفن پہنایا۔ تدفین کے وقت بھی آپ خود ہمت کر کے قبر میں اترے اور بھائی کو اپنے ہاتھوں ہی خاکی بستر پر سلایا۔ آپ کے تعلق داروں میں اگر کوئی شخص فوت ہوتا تو آپ خود اس کے غسل اور کفن کا اہتمام کرتے۔ ایک دفعہ ایک تعلق دار کا جوان بیٹا فوت ہو گیا آپکو جوں ہی اس کی وفات کا علم ہوا تو اپنی بستی سے دو آدمی ساتھ لے گئے کہ ان حضرات کو غسل کا صحیح طریقہ نہ آتا ہوگا۔ لہذا ہم خود ہی اس کو غسل دیں گے وہاں جانے پر معلوم ہوا کہ واقعی آپ کا گمان صحیح تھا۔

دنیاوی مصروفیات اور عوام کے فیصلے و مسائل آپکو چین سے نہ بیٹھنے دیتے۔ ہر وقت اپنے ڈیرے پر عوام کے مسائل سنتے اور فیصلے کرتے آپکی اکثر کوشش یہ ہوتی کہ لوگ تھانہ کچہری میں نہ الجھیں آپ کو عوام کے مسائل کے حل کے لئے سیاست میں دلچسپی لینا پڑتی لہذا ۱۹۷۹ء میں ضلع کونسل کے الیکشن ہوئے تو آپ اپنے بھائی مولوی سلیم اللہ صاحب کو میدان میں لے آئے۔ مولوی سلیم اللہ صاحب کے مقابلہ میں سردار منہاج الدین خان مزاری آف کوٹ کرم خاں آئے۔ مولوی نعیم اللہ صاحب نے اپنی برادری کو اکٹھا کر کے مولوی سلیم اللہ صاحب کے حق میں فیصلہ کرایا۔ اور وہ الیکشن میں اچھی پوزیشن سے جیت گئے سردار منہاج الدین ہار گئے لیکن وسعت ظرفی کا ثبوت دیا کہ دوسرے روز خود چل کر مولوی سلیم اللہ صاحب اور مولوی نعیم اللہ صاحب کو مبارک باد دی اور بغل گیر ہوئے مولوی صاحبان نے بھی فراخدلی کا ثبوت دیا اور پچھلے سارے گلے شکوے ختم کر دیئے۔

آپکو شوگر کا موذی مرض لاحق ہوا ۱۹۸۹ء میں اس مرض کا شدید حملہ ہوا اور ٹانگ پر شوگر کا پھوڑا نمودار ہوا رحیم یار خان میں ڈاکٹر نیاز احمد صدیقی سے آپریشن کرایا اور تقریباً دو ماہ میں آپ کا زخم ٹھیک ہوا لیکن مرض اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہا اور آپ کا وجود کھوکھلا ہوتا گیا شوگر کی وجہ سے دونوں پاؤں کے انگوٹھے بھی پھٹ پڑے علاج کی کوئی کسر باقی نہ رکھی لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی والا معاملہ رہا۔

پھر گردے بھی خراب ہو گئے بہاولپور اور لاہور میں چیک کرایا اس کے ساتھ سانس کی تکلیف بھی لاحق ہو گئی اور نیند بھی اچاٹ ہونے لگی۔ آپ خود بھی سمجھ گئے تھے کہ اب زندگی کی کشتی ساحل سے لگنے کو ہے۔ ہر وقت اداس رہنے لگے اب کے جو چیک کرایا تو ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ کے دل کا والو خراب ہو رہا ہے۔ جس سے دل کی حرکت بند ہو سکتی ہے بہتر یہ ہے کہ آپ چند روز کے لئے یہاں ہسپتال میں قیام کریں اس سے ہمہ وقت چیک اپ بھی ہوتا رہے گا۔ آپ کو یہ مشورہ پسند آیا ڈاکٹر کو کہا کہ ایک روز بعد آجاؤنگا آپ واپس گھر آ گئے۔

آٹھ بجے صبح آپ نے تیاری کا ارادہ کیا کپڑے منگوائے اور غسل کے ارادے سے چارپائی سے اٹھے چار

قدم چلے کہ فرشتہ اجل وقت کی انتظار میں تھا یکدم دل کا دورہ پڑا اور حرکت قلب بند ہو گئی احباب فوراً رحیم یار خاں لے گئے لیکن روح تو یہاں پر ہی پرواز کر گئی تھی۔ ڈاکٹر نے چیک کیا تو اس کے بھی آنسو نکل آئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کے بھائی کی چیخیں نکل گئیں۔ تقدیر کے سامنے کسی کا بس نہیں چلتا اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اٹل ہی ہوتا ہے جسد خاکی گھر لایا گیا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔

آپ کی موت کی خبر جس دیہات و قصبہ میں پہنچی وہاں کی مسجد میں جنازہ کا اعلان کر دیا گیا۔ نماز جنازہ کا وقت شام چھے بجے تھا پانچ بجے تک ایک ہجوم جمع ہو گیا۔ پونے پانچ بجے آپ کا جنازہ گھر سے باہر صحن میں رکھ دیا گیا عوام زارو قطار رو کر اپنے محسن کا آخری دیدار کر رہے تھے۔ آخر بعد العصر ساڑھے چھ بجے مولوی سلیم اللہ صاحب کے ڈیرے کے دالان میں نماز جنازہ ادا کی گئی لوگ دیوانہ وار جنازہ میں شریک ہوئے آپ کو اپنے آبائی قبرستان میں لے جایا گیا اور آخری آرام گاہ خاکی بستر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سلادیا گیا۔ آپ کے جنازہ میں علاقہ بھر کے مخادیم۔ زمینداران خصوصاً علماء کا حلقہ بہت زیادہ تھا آپ نے پانچ حج کیئے۔ پہلا حج ۱۹۶۹ء میں طالب علمی کے دور میں کیا اور غالباً سات عمرے ادا کیئے۔ آپ کے تین بیٹے غلام اللہ، عطاء اللہ، ضیاء اللہ اور سات بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور حسنات قبول فرمائے۔ (آمین)

زبان خلق

بلوچستان میں قادیانی اور ذکری

محترم جناب سید محمد کفیل بخاری السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی

آپ کے مؤقر جریدے "نقیبِ ختمِ نبوت" مئی ۱۹۹۸ء کے شمارہ میں محترم عبداللہ صاحب کا فکر انگیز خط شائع ہوا جس کا عنوان ہے کہ "بلوچستان میں مرزائی سادہ مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں" غالباً یہ ان کی لاعلمی ہے، الحمدللہ تبلیغی جماعت بلوچستان میں نصرت دین کے لئے بھرپور انداز میں کام کر رہی ہے، بلوچستان میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت مؤثر انداز میں ارتداد کی سرگرمیوں کو روکنے کے لئے کام کر رہی ہے، اللہ کے فضل سے بڑی کامیابی ہورہی ہے۔ مرزائیوں کا بلوچستان کو صوبہ بنانے کا خواب خاک میں ملا اور بلوچستان مرزائیوں کا قبرستان ثابت ہورہا ہے۔ بلوچستان کے کئی اضلاع میں مرزائیوں کا داخلہ قانونی طور پر ممنوع ہے۔ صوبہ میں قادیانیوں کی تعداد ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے مکران ڈویژن میں چار پانچ گھرانے قادیانی ہیں اور وہ بھی سرکاری ملازم ہیں جن کا تعلق پنجاب سے ہے۔ بلوچستان کے مکران ڈویژن میں ذکری غیر مسلم اقلیت موجود ہے "تربت" میں "کوہ مراد" میں ان کا جعلی کعبۃ اللہ ہے جہاں وہ رمضان المبارک میں نقلی حج کرتے ہیں۔ مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی مکران ڈویژن کے ہر ضلع میں شاخیں موجود ہیں۔ دعوت و تبلیغ کی وجہ سے ہزاروں ذکری بہ مشرف اسلام ہوئے اس میں تبلیغی جماعت کی محنت کو بڑا دخل ہے۔ ذکریوں کے عقائد گمراہ کن ہیں۔ وہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے منکر ہیں۔ مجلس نے ذکریوں کے بارے میں بڑی تعداد میں لٹریچر بھی شائع کیا ہے۔ جوارسال خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مجلس کی کوششوں کو بارآور لائے آمین

والسلام فیاض حسن سجاد

روزنامہ جنگ کوئٹہ

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

○ پاکستان کو انشاء اللہ نیا پاکستان بنا دیں گے۔ (نواز شریف)
بھٹو نے بھی یہی کہا تھا۔ مگر پاکستان دو ٹکڑے کر گیا

○ حکومت میں بے نظیر کو گرفتار کرنے کا دم خم نہیں۔ (یوسف رضا)
جیسے بے نظیر میں نواز شریف کو گرفتار کرنے کا دم خم نہیں تھا۔

○ امریکہ نے ڈاکٹر قدیر کی لیبارٹری پر دو سال کے لئے پابندی لگا دی۔ (ایک خبر)
ڈاکٹر قدیر کی لیبارٹری ہے، کارپوریشن کا کھوکھا نہیں۔

○ اقوام متحدہ کے مشیر ڈاکٹر نصیر "ایوان وقت" میں (ایک تصویر)
تصویر سے تو کوئی ایکٹر معلوم ہوتا ہے!

○ میرے پاس بچوں کی سکول فیس کے لئے بھی پیسے نہیں ہیں۔ (بے نظیر)
دامنِ زرداد خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا

○ بلوں نے ہوش اڑا دیئے۔ ایک صارف کو بچی کی بالیاں بیچنا پڑیں۔ (ایک خبر)
بجلی کا اصلی خرچ تین سو روپے، بل ایک ہزار روپے!

○ پاکستان توہین رسالت کا قانون ختم کر دے۔ (امریکہ)
توں کون ایں؟ میں جاچا خوامخواہ۔

○ حق مہر معاف نہ کرنے پر دو بچوں کی ماں کو آگ لگا دی۔ (ایک خبر
ڈھالے ہیں سیم و زر نے کمینے نئے نئے

○ گوجرانوالہ کے تین تھانیداروں کی پیٹیاں اتروالی گئیں۔ (ایک خبر)
گویا ملتان کے تین آموں کی پیٹیاں اتروالی گئیں۔

○ پی ٹی وی کو مکمل گھریلو چینل بنائیں۔ (نواز شریف)
اور باقی جیسا ہے، رہنے دیں۔

○ بوریوالہ پولیس نے مزدور رہنما کو بازار میں ننگا پھرایا۔ (ایک خبر)
خوش قسمت ہے، پولیس مقابلہ میں نہیں مارا گیا۔

○ ارکان اسمبلی استعفیٰ دیں۔ ہم پھر انہیں اسمبلیوں میں پہنچا دیں گے۔ (طاہر القادری)
بڑی پہنچی ہوئی سرکار لگتی ہیں۔

○ بائبل میں توہینِ رسالت کی سزا سنگسار ہے (بشپ کینتھ)

تو پھر عیسائی توہین رسالت کیوں کر رہے ہیں؟

- حکم ملا تو ایٹمی دھماکہ کر دیں گے۔ (ڈاکٹر قدیر)

دشمن زیر میرے شیر!

- بے روزگار مایوس نہ ہوں۔ انہیں جلد ایک نہیں دس روزگار ملیں گے (نواز شریف)

نہ نومن تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی

- حاکم زرداری کا آصف زرداری سے اعلان لاتعلقی۔ مجھے اس کے ساتھ نتھی نہ کیا جائے (ایک خبر)

مصیبت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔

- خدمت کمیٹیوں کی سفارشات پر عمل نہ کرنے والوں کا انجام دنیا دیکھے گی۔ (ممتاز تارڑ)

تماشا خود نہ بن جانا، تماشا دیکھنے والو

- لٹیرے با اثر لوگ بن گئے ہیں۔ (ضیاء شاہد)

جمہوریت اور الیکشن کی کرامات ہیں۔

- پولیس نے تلاشی نہ دینے پر نوجوان مار ڈالا۔ (ایک خبر)

پولیس جیسے اب وحشی ہو رہی ہے۔ کبھی نہ تھی۔

- بے نظیر کا میاں شریف سے رابطہ! (ایک خبر)

بے شرمی کی حد ہے

- روشنی کے چراغ جلیں گے۔ (نواز شریف)

فی الحال تو گھروں کے چراغ بجھ رہے ہیں۔

- لغاری نے زکوٰۃ اور بیت المال کی رقم سے چوٹی میں محل بنوایا۔ (ذوالفقار کھوسہ)

چوٹی کا سردار ہو یا کوئی اور یتیموں بیواؤں کا مال ہضم نہیں ہو گا۔

- شانِ رسالت میں توہین آمیز ریمارکس پر قادیانی ڈاکٹر گرفتار۔ (ایک خبر)

رواداری کے پرچارک یہاں کیا کہتے ہیں؟

- سیکولر طبقہ نے میری داڑھی کا مذاق اڑایا۔ علماء تماشا دیکھتے رہے (رفیق تارڑ)

داڑھی کا مذاق اڑانے والی حرافہ کے پہلو میں بیٹھنے والے طاہر القادری جواب دیں۔

- پاکستان کو دیوار کے ساتھ لگانا امریکہ کو مہنگا پڑے گا۔ (حمید گل)

روس کا حشر سب کے سامنے ہے۔

- زرداری کی چھ شوگر ملیں بند کر دی گئیں۔ (ایک خبر)

اور بیگم زرداری کہتی ہیں۔ میرے پاس بچوں کی فیس کے لئے پیسے نہیں۔

- میں ملتان کا نقشہ بدل دوں گا (سعید انصاری)

مہربانی فرمائیں نقشہ نہ بدلیں۔ ملتان اسی جگہ ٹھیک ہے۔

حسین اختر (ملتان)

چوبیسویں سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین سے قائدِ احرار سید عطاء المحسن بخاری اور دیگر مقررین کا خطاب

کوئی مسلمان سیدنا حسینؓ کے مؤقف کی مخالفت کی جرأت نہیں کر سکتا

میں مؤقفِ حسین کو سلام کرتا ہوں مگر جاہل مولویوں کی تحقیق کا انکار کرتا ہوں

کوئی غیر صحابی کسی بھی صحابی پر تنقید کا حق نہیں رکھتا

سیدنا حسینؓ کی تین شرائط صلح اور امن و آشتی کا پیام تھیں

۱۰ محرم کو دارِ بنی ہاشم میں چوبیسویں سالانہ مجلسِ ذکرِ حسین کا اجتماع تھا۔ قائدِ احرار ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری کا خطاب اس مجلس کا اہم ترین خطاب ہوتا ہے۔ حضرت شاہ جی گزشتہ تیس برس سے حادثۂ کربلا کے حوالے سے جو مؤقف بیان فرما رہے ہیں وہ عقلی اور شعوری طور پر دلائل و براہین پر مشتمل ہے۔ مقام و منصبِ صحابہ، صحابی کے اجتہاد کی غیر صحابی کے اجتہاد پر فوقیت، قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہ کے مقابلہ میں تاریخ کی حیثیت، یہ موضوعات حضرت شاہ جی دامت برکاتہم کے مستقل اور من بھاتے موضوع ہیں۔ ان موضوعات پر انہوں نے گزشتہ تیس برسوں میں جو محنت کی ہے وہ مثالی ہے اور اس محنت کے نتیجہ میں پورے ملک میں ایک حلقۂ فکر پیدا ہوا۔ اس مشن کے اصل محرک اور فکری قائد جانشینِ امیرِ شریعت حضرت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ تھے۔ اور یہ اسی محنت کا تسلسل ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دل صحابہ کی محبت میں دھڑکتے ہیں۔

"مجلسِ ذکرِ حسین" ملتان میں یوم عاشور پر اہلِ سنت کا سب سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ اور مؤمنینِ اہلِ سنت پورے ذوق و شوق کے ساتھ اس اجتماع میں شریک ہوتے ہیں۔ علماء کے بیانات سے علم و شعور کے موتی چنتے ہیں۔

۱۱ بجے دن مجلسِ ذکرِ حسین کی پہلی نشست کا آغاز ہوا۔ مولانا محمد مغیرہ سٹیج سیکرٹری تھے۔ پہلی نشست سے مولانا محمد اسحٰق سلیمی، ابومعاویہ محمد یعقوب خان، حافظ کفایت اللہ، علامہ عبدالنعیم نعمانی اور مولانا محمد مغیرہ نے خطاب کیا۔ جبکہ حافظ محمد اکرم اور حسین اختر نے منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔ بعد نمازِ ظہر دوسری نشست سے ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت کے مدیر سید محمد کفیل بخاری، مدرسہ ختمِ نبوت ربوہ کے مہتمم ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مجلسِ احرار اسلام کے امیر حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم نے خطاب کیا۔ مجلس ۶ بجے تک جاری رہی۔ شرکاء مجلس نے نمازِ عصر دارِ بنی ہاشم میں ہی ادا کی۔

قائدِ احرار ابنِ امیرِ شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

کوئی بھی مسلمان سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف کی مخالفت کی جرأت نہیں کرسکتا ہم سب مسلمان ہیں اور مؤقفِ حسین پر متفق ہیں۔ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مؤقف کو سلام کرتا ہوں لیکن خبیثانِ عجم، جاہل

مولویوں اور نام نہاد محققین کی پوری قوت سے تردید کرتا ہوں۔ میں تاریخ کا ایک طالب علم ہوں۔ اپنے تیس برس کے مطالعہ کی بنیاد پر اس مؤقف پر قائم ہوں کہ تاریخ میں بددیانتی کی گئی ہے رافضی راویوں کی روایات کا پشتارالاد کر منڈی میں بکنے اور بکنے والے وعظ فروشوں کی پوری قوت سے مذمت کرتا ہوں اور آج پہلی مرتبہ ان محققین کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ اس موضوع پر اپنے پورے مطالعے کے ساتھ مجھ سے گفتگو کرلیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ وہ جو زبان بول رہے ہیں اور جس مؤقف کو بیان کر رہے ہیں وہ اہلِ سنت کا نہیں بلکہ روافض کا ہے۔ ان کے منہ میں رافضیوں کی زبان ہے۔ اور میں اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہوں۔

حضرت شاہ جی نے فرمایا

ہر صحابیٔ رسول مجتہد مطلق ہوتا ہے اور اسے اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا حق و اختیار ہوتا ہے۔ کوئی غیر صحابی کسی بھی صحابی کے اجتہاد پر تنقید یا اس کے فیصلے سے انکار کا حق ہی نہیں رکھتا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور مجتہد مطلق تھے۔ وہ ایک عالی شان نسبت اور منصب کے امین تھے وہ امن کے پیام بر تھے۔ اور قیامِ امن کے لئے ہی شام میں یزید کے پاس جارہے تھے۔ یہود و مجوس کی سازش کے تحت انہیں راستے میں ہی کربلاء کے مقام پر شہید کر دیا گیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کا پیکر تھے۔ ان کی مظلومانہ شہادت امت مسلمہ کے لئے ایک درد انگیز سانحہ ہے جس کی کسک آج بھی باقی ہے۔ انہوں نے ظلم کے مقابلے میں استقامت کی عظیم مثال قائم کی۔

میدانِ کربلا میں سیدنا حسین نے جو تین شرائط پیش فرمائیں وہ صلح اور امن و آشتی کا پیام تھیں۔ انہی تینوں شرائط میں مؤقفِ حسین اور مقصدِ سفر کربلا موجود ہے۔ جو کور بصرانِ سقف و محراب و منبر کو نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا تھا کہ "میں تو اصلاحِ احوال کے لئے آیا ہوں، میرا راستہ چھوڑ دو، مجھے یزید کے پاس جانے دو، وہ میرا چچازاد ہے میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مجھے واپس مکہ جانے دو یا مجھے اسلامی سرحدوں پر بھیج دو جہاں جہاد ہو رہا ہے لیکن باقیاتِ یہودانِ خیبر اور مجوسانِ عجم نے قدیمی انتقام لیا اور سازش کر کے نواسۂ رسول کو بے دردی سے شہید کر دیا۔ یہ اس سازش کا تمہ تھا جس کا آغاز شہادتِ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ اے کاش! سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی تین شرائط تسلیم کر لی جاتیں تو دنیا میں امن قائم ہو جاتا اور امت مسلمہ انتشار و افتراق سے بچ جاتی۔

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ کوفہ کے منافق ہی قاتلانِ حسین تھے جنہوں نے خطوط لکھ کر سیدنا حسین کو بلایا اور پھر غداری کر کے انہیں شہید کر دیا۔ سیدنا حسین غیرتِ نبوی کا پرتو تھے اور غیرت و حمیت پر قربان ہو گئے۔ وہ شہیدِ غیرت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو غیرتِ حسین کی تقلید کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

قاری گوہر علی (گڑھاموڑ)

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری اور مولانا محمد اسحٰق سلیمی (مرکزی ناظم اعلیٰ) کا ضلع وہاڑی اور ضلع بہاولنگر کا تنظیمی دورہ

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما، مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار ربوہ کے منتظم، ابن امیر شریعت

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم یکم مئی ۱۹۹۸ء کو گڑھا موڑ ضلع وہاڑی تشریف لائے آپ نے جامع مسجد مدرسۃ العلوم الاسلامیہ میں اجتماع جمعہ سے خطاب فرمایا۔ حضرت پیر جی نے اپنے خطاب میں اسلام اور جمہوریت کے تقابلی مطالعہ، حکومت الہیہ کے قیام - اسلامی انقلاب کا طریقہ اور مجلس احرار اسلام کی پالیسی کے حوالے سے گفتگو فرمائی۔ علاوہ ازیں واقعہ کربلا اور سانحہ شہادت سیدنا حسین کے موضوع پر بھی خطاب کیا۔ حاضرین نے آپ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کی۔ بعد نماز جمعہ ضلع وہاڑی کی مختلف شاخوں سے آئے ہوئے کارکنوں اور نمائندوں سے ملاقات کی اور ہدایات جاری کیں۔ اس موقع پر مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی بھی موجود تھے۔ مولانا نے جماعت کے تنظیمی عمل کو تیز تر کرنے کے لئے کارکنوں کو ہدایات دیں۔ ۲، مئی کو حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی (مرکزی ناظم اعلیٰ) کی قیادت میں ضلع بہاولنگر کی مختلف شاخوں سے رابطہ کے لئے ایک وفد تشکیل دیا گیا جس میں حضرت پیر جی مدظلہ، راقم گوہر علی اور عبدالشکور احرار شامل تھے وفد نے بہاولنگر شہر، حافظ آباد، موضع دین پور عرف جٹو والا اور چشتیاں کا دورہ کر کے جماعت کے ذمہ دار احباب سے ملاقات کی اور تنظیمی کارکردگی کا جائزہ لیا۔

۳، مئی کو حاصل پور شہر، میراں پور، لگری کلاں، محبت پور، خانپور، میلسی، کرم پور، موضع مصطفیٰ آباد، مدرسہ احرار اسلام اور وہاڑی شہر کا دورہ کیا

۴ مئی کو گڑھا موڑ واپس پہنچ کر احرار کارکنوں سے خطاب کیا۔

حضرت پیر جی مدظلہ اور حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے احرار کارکنوں کو بتایا کہ عنقریب ضلع وہاڑی، ضلع بہاولپور اور ضلع بہاولنگر کے کارکنوں کا ایک تربیتی کنونشن منعقد کیا جارہا ہے۔ کارکن تیاری کریں اور کنونشن کو کامیابی سے ہمکنار کریں۔

مظہر سعید (اوکاڑہ)

○ قانون توہین رسالت میں تبدیلی کسی صورت منظور نہیں

مقام رسالت کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کی اساس ہے۔ (مجلس احرار اسلام اوکاڑہ)

مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے صدر شیخ نسیم الصباح نے کہا ہے کہ مقام نبوت و رسالت کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کی اساس ہے۔ قانون توہین رسالت کا ہر قیمت پر تحفظ کیا جائے گا۔ اگر ۲۹۵ سی میں تبدیلی یا منسوخی کی کوشش کی گئی تو حکومت نہیں رہے گی۔ وہ مجلس احرار اسلام اوکاڑہ کے کارنوں کے ایک ہنگامی اجلاس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں غیر مسلم اقلیتوں کو مکمل تحفظ حاصل ہے اور وہ اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کر سکتے ہیں لیکن انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی اجازت نہیں دی جا سکتی - غیر مسلم اقلیتیں امریکہ و برطانیہ کے اشاروں پر ناچ کر ملک سے غداری کی مرتکب نہ ہوں۔ اقلیتوں کو یورپ کے مقابلہ میں پاکستان میں زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ وہ تجاوز کریں گی تو نقصان اٹھائیں گی۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان میں بعض این جی اوز اسلام اور وطن سے غداری کر رہی ہیں۔ امریکہ و برطانیہ لاکھوں

ڈالر ان ایجنسیوں کو امداد دیکر ہمارے دینی، و تہذیبی ورثہ کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان ایجنسیوں میں عاصمہ جہانگیر اور اس کا ادارہ "دستک" سرفہرست ہے۔ یہ ادارہ "روشن خیالی" کے نام پر گمراہی پھیلا رہا ہے۔ عاصمہ جہانگیر کی طرف سے توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ اس کی اسلام دشمنی کا واضح ثبوت ہے۔ حکومت اس ادارے کو خلاف قانون قرار دے۔

پیر محمد ابوذر (راولپنڈی)

○ دین کی حاکمیت قائم ہوئے بغیر ملک میں امن بحال نہیں رہ سکتا۔ (سید عطاء المہیمن بخاری)
○ حکمران، اسلام دشمن تحریکوں کی سرپرستی کر رہے ہیں (مولانا محمد اسحٰق سلیمی)
○ این جی اواور بیرونی ادارے تعلیم اور سماجی خدمت کی آڑ میں ہمارے دینی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ (عبداللطیف خالد)

پریس کلب راولپنڈی میں احرار کی مرکزی قیادت کے اعزاز میں منعقدہ استقبالیہ تقریب سے خطاب

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی رہنما ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی اور مرکزی ناظم نشرواشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ کے اعزاز میں راولپنڈی کے احرار کارکنوں نے ۲۶/ اپریل کو ایک استقبالیہ ترتیب دیا۔ حضرت پیر جی مدظلہ ۲۵/ اپریل کو راولپنڈی پہنچے اور شام کو ایک دینی اجتماع سے خطاب کیا۔ جبکہ باقی مرکزی قیادت احباب لاہور کے ہمراہ ۲۶/ اپریل کو راولپنڈی پہنچی۔ شام ۵ بجے پریس کلب راولپنڈی میں تقریب کا آغاز ہوا۔ مقامی جماعت کے صدر جناب ڈاکٹر جمال الدین محمد انور نے تقریب کی صدارت کی۔ ابنِ امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری نے استقبالیہ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پورا ملک اتفاق فاؤنڈری اور ۷۰، کلفٹن نہیں بلکہ پاکستان چودہ کروڑ مسلمانوں پر مشتمل نفوس کا نام ہے۔ جنہوں نے موجودہ حکمرانوں کو اسلام کے نام پر مینڈیٹ دیا ہے جس سے روگردانی اہل اقتدار کی بربادی کا باعث بن سکتی ہے انہوں نے کہا کہ بنیاد پرستی ہمارے لئے طعنہ نہیں بلکہ اعزاز ہے۔ علماء دہشت گرد نہیں، بلکہ سب سے بڑی دہشت گرد خود مسلم لیگ ہے جس نے ۱۹۵۳ء میں ہزاروں فرزندان توحید کے سینے گولیوں سے چھلنی کر کے تحریک تحفظ ختم نبوت کو کچلا۔ مسلم لیگ کی اس دہشت گردی اور ظلم و سفاکی کے باوجود آخر کار مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پاکستان میں اللہ کے قانون کے عملی نفاذ کی جدوجہد کے سپاہی ہیں۔ زنانہ و مردانہ دونوں حکمرانوں اور سیاستدانوں نے قومی وسائل کو جی بھر کے لوٹا اور اب بھی لوٹ رہے ہیں۔ دین کی حاکمیت قائم ہوئے بغیر ملک میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ دین دشمنی میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ میں کوئی فرق نہیں دونوں جماعتیں عالمی کفریہ ایجنڈے پر کام کر رہی ہیں۔ مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے کہا کہ اسلام، جمہوریت سمیت کسی ازم کی پیوند کاری کا محتاج نہیں۔ نفاذ اسلام کے لئے جب بھی اور جہاں بھی کوئی طاقت اٹھے گی۔ احرار اس کا ہر اول دستہ ثابت ہوں گے۔ موجودہ حکمران منکرین ختم

نبوت کی سرپرستی کر رہے ہیں اور اسلام کی بجائے اسلام دشمن تحریکوں کو پنپنے کے مواقع فراہم کیے جا رہے ہیں۔ مرکزی ناظم نشر واشاعت جناب عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ اسلام اپنے دشمنوں سے مفاہمت کا نہیں مزاحمت کا راستہ بتاتا ہے۔ جس کی تازہ ترین عملی مثال جہاد افغانستان ہے۔ حاکمیت کا اصل سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کے نفاذ کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا۔ دین اسلام کے نفاذ کی بجائے جمہوریت کا راگ الاپنے والے خود فریبی کا شکار ہیں۔ این جی او اور بیرونی ادارے تعلیم اور سماجی خدمات کی آڑ میں ہمارے اندرونی اور مذہبی معاملات پر اثر انداز ہونے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے ناظم نشر واشاعت پیر محمد ابوذر نے کہا کہ مجلس احرار کے اکابر ہندوستان سے انگریز کے انخلاء کے لئے جدوجہد نہ کرتے تو آج وطن عزیز انگریز سامراج اور ہندو رام راج کی چیرہ دستیوں کا صد زبوں ہوتا۔ تقریب میں ایک قرارداد کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ مولانا علی شیر حیدری اور مولانا محمد اعظم طارق سمیت تمام بے گناہ قید علماء اور دینی کارکنوں کو رہا کیا جائے۔ تقریب سے جناب محمد عمر فاروق، ڈاکٹر محمود شاہد، پروفیسر عبدالواحد سجاد، میاں محمد اویس، اورنگ زیب اعوان، قاری شوکت محمود اور محمد نعیم نے بھی خطاب کیا۔

○ صحابہ کرام ہمارے لیے مشعلِ راہ اور ذریعۂ ہدایت ہیں
مولانا محمد اسحٰق سلیمی کا چیچا وطنی میں مجلسِ ذکرِ حسینؓ سے خطاب

مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی جنرل سیکرٹری مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے ۴ محرم الحرام ۱۴۱۹ھ مطابق یکم مئی ۱۹۹۸ء کو مجلس احرار اسلام چیچا وطنی کے زیر اہتمام نماز جمعۃ المبارک سے قبل مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچا وطنی میں مجلس ذکر حسین رضی اللہ عنہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ صحابہ کرام قرآنی شخصیات ہیں اور ان کا مقام ومنصب قرآن وحدیث میں متعین ہے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت صحابیت ہی ان کا اصل اعزاز ہے۔ وہ مولانا محمد اسحاق سلیمی نے کہا کہ یہود وہنود آغاز اسلام سے اب تک مختلف روپ اور بھیس بدل کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ مقدس جماعت صحابہ کرام کو متنازعہ بنا کر دراصل دین اسلام کو اس کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تمام کے تمام صحابہ ہمارے لئے مشعل راہ اور ذریعہ ہدایت ہیں اور صحابہ کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے والے ہی دراصل فتنہ وفساد کے اصل موجد ہیں، گمراہی سے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ امت عبداللہ ابن سبا اور عبداللہ ابن ابی جیسے دشمنان اسلام کی سازشوں کو سمجھنے کا شعور پیدا کرے اور منافقین عجم کی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کے خلاف متحد ہو جائے، انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام کی منزل "حکومت الہیہ" کا قیام ہے۔ اسلام آسمانی تعلیمات کا مظہر ہے جو جمہوریت سمیت کسی کافرانہ نظام کی پیوندکاری کا ہرگز محتاج نہیں، بعد ازاں مولانا محمد اسحٰق سلیمی نے دفتر احرار جامع مسجد میں جماعت کے کارکنوں سے ملاقات کی اور علاقائی تنظیم کے امور کا جائزہ لیا اور ہدایات جاری کیں۔

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ

بانی الفرقان نمبر

بانی الفرقان حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رح کی تاریخ ساز شخصیت کی

جیتی جاگتی تصویر

تقریباً ایک صدی کی سراپا جہد وعمل زندگی کی دستاویز

"شاہ اسمٰعیل شہید رح نمبر" "شاہ ولی اللہ رح نمبر" اور "مجدد الف ثانی رح نمبر" جیسے

● تاریخ ساز نمبروں کے بعد ●

اس سلسلۂ زریں کی ایک نئی تاریخ ساز کڑی

انشاء اللہ جون ۱۹۹۸ء میں منظرِ عام پر آرہی ہے

صفحات اندازاً چھ سو۔ سائز ۲۰×۲۶/۸، اعلیٰ کمپوزنگ، بہترین کاغذ، شاندار طباعت

قیمت عام ایڈیشن مع محصول ڈاک ۱۵۰/ روپئے۔ قیمت اعلیٰ ایڈیشن مع محصول ڈاک ۲۰۰/ روپئے

خصوصی اعلان! اس نمبر سے الفرقان کی خریداری کے خواہشمند حضرات ۲۲۵/- روپئے ادارہ اصلاح وتبلیغ آسٹریلین بلڈنگ لاہور ارسال فرماکر منی آرڈر رسید ہمیں روانہ کریں۔ ناظم ادارہ الفرقان

ہمارا پتہ: ماہنامہ الفرقان ۳۱/۱۱۴ نظیر آباد لکھنؤ ۱۸ انڈیا

Kinza
FOOD PRODUCTS

سکوائشز، کیچپ اور اچار
جو کھائے ایک بار - وہ کھائے بار بار

wily
FOODS (PVT) LTD.

Chand Plaza. Off Lane 6 Peshawar Road Rawalpindi Cantt.
Ph : 475969

بیسویں سالانہ دوروزہ ۱۱، ۱۲ ربیع الاول: ۱۴۱۹ھ

سیرت خاتم الانبیاء ﷺ کانفرنس

جامع مسجد احرار ربوہ

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (خانقاہ سراجیہ، کندیاں)
(امیرعالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان)

زیرِصدارت: قائدِ احرار ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ
(امیرمجلس احراراسلام پاکستان)

جس میں ملک وملت کے اصحابِ فکر و دانش، علماء اہلِ قلم، وکلاء اور طلباء خطاب کریں گے

جلوس: حسبِ سابق ۱۲ ربیع الاوّل کو بعد نمازِ ظہر فدائینِ احرار کا فقید المثال جلوس مسجد احرار سے روانہ ہوگا۔ دورانِ جلوس زعماء احرار بصیرت افروز خطاب فرمائیں گے

پروگرام:
۱۱ ربیع الاوّل: پہلی نشست بعد نماز ظہر، مجلسِ ذکر: بعد نماز مغرب، دوسری نشست بعد نماز عشاء
۱۲ ربیع الاول: بعد نماز فجر: درس قرآن کریم، تقاریر ۱۰ بجے صبح تا ظہر

منجانب:
تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

رابطہ فون: ربوہ:211523، ملتان:511961، لاہور:7560450، گوجرانوالہ:214800، چیچہ وطنی:611657